ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء کا مختصر تعارف

سورۃ البقرۃ اور آل عمران ایک جوڑا ہے جبکہ سورۃ النساء اور المائدۃ دوسرا جوڑا ہے۔سورتوں کے پہلے جوڑے کو خود حضور ﷺ نے "الزھراوان" کا نام دیا ہے۔ان دونوں میں جو مشابہتیں ہیں وہ پیچھے ذکر ہو چکیں۔اب یہاں سے سورتوں کے دوسرے جوڑے کا آغاز ہو رہا ہے۔سورۃ النساء کے آغاز میں خطاب ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ کے الفاظ سے جبکہ سورۃ المائدۃ کا آغاز یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے ہوتا ہے۔یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ منافقین بھی چونکہ ایمان کے دعوے دار تھے اس لیے اُن سے خطاب کرتے وقت بھی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہی کے الفاظ اختیار کیے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ، یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کے الفاظ تو آتے ہیں مگر یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ نَافَقُوْا کہیں نہیں آیا۔تو اب ہمیں دھیان رکھنا ہوگا کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے تحت کہاں ایمان والے مخاطب ہیں اور کہاں منافقین۔اگر یہ فرق نہ کیا جائے تو بڑی غلط فہمی ہو جائے گی۔سورۃ التوبہ میں ہے۔﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ﴾ (آیت:38) "اے اہل ایمان تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)"۔ دیکھیے ان الفاظ سے سوءِظن پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید یہ عام مسلمانوں کا مسئلہ تھا' حالانکہ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے۔سچے مومن تو ہر وقت جہاد کے لیے آمادہ و تیار بیٹھے تھے۔

واپس نہیں پھیرا کوئی فرمان جنوں کا
تنہا نہیں لوٹی کبھی آواز جرس کی!

سورۃ النساء اور المائدۃ کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ سورۃ النساء میں آپ کو معاشرے کی ابتدائی اکائی عورت اور مرد کے باہمی حقوق و فرائض کا ذکر ملے گا اور بتایا جائے گا کہ معاشرے میں Sex discipline کیسے پیدا کرنا ہے' اس کی کیا اہمیت ہے۔اور پھر سورۃ المائدہ میں تمدن کی بلند ترین منزل یعنی ریاست کی سطح پر عدالتی نظام کے نفاذ اور حدود و تعزیرات کا ذکر آئے گا۔اس سورت میں واضح کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق کیسے ڈھالیں۔خاندانی نظام کی کامیابی کے اُصول بتائے گئے ہیں۔عائلی زندگی میں مرد اور عورت کے دائرہ کار کی حدود متعین کی گئی ہیں۔وراثت کی تقسیم کا طریقہ بتایا گیا ہے۔اسی سورت میں شراب نوشی پر پابندی لگائی گئی ہے اور طہارت و پاکیزگی کے احکام بتائے گئے ہیں۔پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں ڈسپلن کی کتنی زیادہ اہمیت ہے۔

جنگ احد کے بعد مشرک اور یہودی قبائل کا حوصلہ بلند ہوا۔ایسی صورت حال میں یہاں مسلمانوں کو ہمت اور جرأت سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔عسکری مہمات کے سفر میں ایسے حالات بھی پیش آئے کہ پانی کمیاب ہوا' چنانچہ تیمم کے احکام نازل ہوئے اور نمازِ خوف ادا کرنے کا انداز سکھایا گیا۔الغرض مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں حسنِ کردار و عمل کی تلقین کے ساتھ ساتھ منافقین کے معاملہ میں حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اُن کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی کہ اُن کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔

فرمانِ نبوی

چودھری رحمت اللہ بٹر

حضور ﷺ کی نافرمانی رسالت کا انکار ہے

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی)) قَالُوْا وَمَنْ یَّاْبٰی؟ قَالَ ((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی)) (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری ساری اُمت' بہشت میں جائے گی مگر (وہ شخص بہشت میں نہ جا سکے گا) جس نے انکار کیا"۔ صحابہؓ نے عرض کیا: کون انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری فرمانبرداری کی وہ بہشت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی بیشک اس نے انکار کیا"۔

جو شخص زندگی کے ہر معاملہ میں نبی ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ آپ ﷺ کا اُمتی ہے اور لازماً جنت میں جائے گا اور جو شخص آنجناب ﷺ کی ہدایات کو نہیں مانتا وہ آپ ﷺ کا اُمتی نہیں ہے بلکہ منکر ہے' اس کے لیے بہشت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ شخص بہشت کا مستحق ہے اور آپ ﷺ کا اُمتی ہے جو حضور ﷺ کا مطیع ہو' معاملات' اخلاق' تعلقات اور سیاست و معاشرت میں آنجناب ﷺ کا پیرو ہو اور پیروی کرنا زبانی کلامی نہیں عملی کام ہے۔

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
16	5 تا 11 مئی 2005ء 25 ربیع الاول تا 2 ربیع الثانی 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
☆.☆.☆

''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

الکاسب حبیب اللہ

1827ء میں فلاڈلفیا (امریکہ) میں پہلی مزدور تنظیم قائم ہوئی۔ اس وقت کسی ورکر کے روزانہ یا ہفتہ وار کام کرنے کے اوقات مقرر نہیں تھے۔ اکثر کارکنوں کو کم وبیش 16 سے 18 گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا۔ یہ تنظیم مسلسل پچاس سال وقت کی حکومتوں کو ایک ہی مطالبہ پیش کرتی رہی کہ مزدور کے روزانہ کام کے اوقات 8 گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہونا چاہئیں لیکن کسی حکومت نے انہیں گھاس نہ ڈالی۔ بالآخر یکم مئی 1886ء کو یہ تنظیم ملکی سطح پر مکمل ہڑتال کرانے میں کامیاب ہوگئی۔ یہ ہڑتال تین دن تک جاری رہی۔ 3 مئی کو مزدوروں نے شکاگو میں جلوس نکالا ہوا تھا۔ حکومت ہڑتال سے تنگ آ چکی تھی۔ حکومت کے بعض ایجنٹوں نے پولیس پر دستی بموں سے حملہ کر دیا۔ پولیس کی جوابی فائرنگ سے 4 مزدور اور سات پولیس والے ہلاک ہوگئے۔ 4 مئی کو اس سوگ میں ایک جلوس نکالا گیا جس میں شکاگو کے میئر نے بھی شرکت کی اس سانحہ کے دس سال بعد یعنی 1896ء میں بالآخر مزدور اپنا مطالبہ منوانے میں کامیاب ہوگئے اور امریکہ میں مزدور کے اوقات کار 8 گھنٹے یومیہ مقرر کر دیئے گئے۔ کمیونزم نے فلسفیانہ اور دانشورانہ سطح پر تو سرزمین یورپ میں جنم لیا تھا۔ کارل مارکس کا تعلق جرمنی سے تھا لیکن عملی لحاظ سے بالشویک انقلاب سوویت یونین میں رونما ہوا اور اس نے مشرقی یورپ کی طرف سفر بڑی آسانی سے طے کیا۔

اس انقلاب پر مئی 1886ء میں شکاگو میں رونما ہونے والے واقعات کا گہرا اثر تھا۔ 1917ء کا انقلاب روس چونکہ بنیادی طور پر معاشی انقلاب تھا اور اس کا نعرہ غریب کے معاشی استحصال کا خاتمہ تھا لہٰذا انقلاب سے تقریباً تیس سال قبل ماہ مئی میں شکاگو میں ہونے والے واقعات کو انقلابی قیادت نے مکمل طور پر اپنا لیا۔ برطانوی استعمار نے اس دور میں جتنی دنیا پر اپنے سامراجی پنجے گاڑے ہوئے تھے ان میں اہم ترین ہندوستان تھا' اگرچہ آزادی کی تحریکیں برصغیر کے طول وعرض میں مختلف جماعتیں مختلف انداز میں چلا رہی تھیں اور برطانیہ مخالف نظریات کو بڑی جلد پذیرائی مل جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ 1929ء میں ہندوستان کے کمیونسٹوں نے یوم مئی منانا شروع کر دیا' اگرچہ مسلمانان ہند کی بڑی قلیل تعداد اس کی طرف راغب ہوئی۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ یوم مئی بھٹو دور میں منایا گیا۔ اس سے پہلے 1969ء میں نور خان نے پاکستان کی پہلی لیبر پالیسی متعارف کروائی تھی یعنی پاکستان کے قیام کے بائیس سال بعد تک مزدور کے شب وروز کے بارے میں کسی نے سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی' پھر بھٹو نے 1972ء میں لیبر پالیسی دی۔

اٹھاون سال میں کل دو لیبر پالیسیاں پاکستان کے محنت کشوں کو نصیب ہوئیں' البتہ زبانی جمع خرچ بہت ہوا اور غریب کے حق میں ٹسوے بہانے والی قیادتیں آتی جاتی رہیں۔ پاکستان میں اس وقت 40 لاکھ سے زائد بھٹہ مزدور ہیں جو عام انسانی سطح پر زندگی گزارنے کے قابل نہیں۔ اس بانڈڈ لیبر کی حالت زار دور جہالت کے غلاموں اور کنیزوں سے بدتر ہے۔ صنعتی اداروں میں سرمایہ دار نے لیبر قوانین سے بچ نکلنے کا یہ راستہ نکالا کہ لیبر کنٹریکٹ سسٹم شروع کر دیا یعنی کارخانے دار کا تعلق ٹھیکے دار سے ہوگا اور ٹھیکے دار جانے اور لیبر جانے۔ مزدور کو تنخواہ تو ماہوار ملے گی لیکن اطلاق Daily Wages System کا ہوگا۔ باتنخواہ چھٹی اور سوشل سیکورٹی کا تصور ہی ختم ہوگیا۔ مشرف حکومت نے ایک آرڈیننس جاری کیا تھا جس کے مطابق محکمہ محنت اور سوشل سیکورٹی کارخانوں پر چھاپے نہیں مار سکتے یعنی کارخانہ دار کو مزدور کے استحصال کی مکمل آزادی دے دی گئی۔ گوادر اور سندر اسٹیٹ کو ایک متعین عرصہ تک لیبر ایکٹ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ ہم نے یہ تفصیلات اس لئے عرض کی ہیں کہ عوام حکمرانوں کے ان بیانات کی حقیقت کو جان سکیں جو وہ یوم مئی پر رسمی طور پر غریبوں اور مزدوروں کے حق میں جاری کرتے ہیں جبکہ ان کا عمل ہمیشہ مزدور دشمن رہا ہے۔ یہ ایسی لیبر پالیسیاں کیونکر بنائیں گے جو مزدور کے مفادات کا تحفظ کر سکیں جبکہ یہ خود مزدور کا خون چوسنے میں کارخانے دار اور جاگیردار کے ساجھی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ سیاست مکمل طور پر معیشت کے تابع ہوگئی ہے۔ پاکستان میں ہی نہیں عالمی سطح پر سرمایہ دار بادشاہ گر بن چکا ہے۔ فنانس اداروں کے مالکوں خصوصاً بینکاروں نے دنیا کے وسائل پر قبضہ کر لیا ہے۔ ان کے منہ کو خون لگ گیا ہے۔ اوّل تو کوئی سیاسی یا فوجی حکمران موجودہ حالات کے تحت جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ ان کی نافرمانی کرے اور اگر کوئی ایسی سوچ بھی رکھتا ہو تو زندہ یا مردہ' اسے مسندِ اقتدار سے زمین پر پٹخ دیا جاتا ہے۔ ملائشیا کے ڈاکٹر مہاتیر خوش قسمت ہیں کہ ابھی زندہ ہیں البتہ اقتدار میں ان کا رہنا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ ہم امریکہ کو دنیا کی سپریم پاور سمجھتے ہیں۔ سیاسی اور عسکری لحاظ سے خواہ وہ سپریم پاور ہو لیکن معاشی فرعونوں کے سامنے وہ بالکل بے بس ہے یہودی بینکاروں نے ایسا

(باقی صفحہ 8 پر)

سید قاسم محمود

ترانۂ ملّی

چین و عرب ہمارا‘ ہندوستاں ہمارا　　مسلم ہیں ہم‘ وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے　　آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا　　ہم اس کے پاسباں ہیں‘ وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں　　خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری　　تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم　　سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو　　تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو　　اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم　　ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا　　اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

یہ نظم عوام میں صرف ’’ترانہ‘‘ یا ’’اقبال کا ترانہ‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔ پہلے اقبال نے ’’ہندی ترانہ‘‘ لکھا تھا جس کا مطلع ہے:

سارے جہاں سے اچھا‘ ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اُس کی‘ یہ گلستاں ہمارا

’’ترانۂ ہندی‘‘ اقبال نے اُس وقت لکھا تھا جب وہ ایک وطن پرست کی حیثیت سے متحدہ آزاد ہندوستان ہی کو اپنا نصب العین سمجھتے تھے۔ ’’ترانۂ ملّی‘‘ اُس وقت لکھا‘ جب وہ وطن پرستی (نیشنلزم) سے بلند ہو کر امت مسلمہ کی وحدت کے قائل ہو گئے۔

(1) تا (3) ہماری قومیت کسی سرزمین سے مخصوص نہیں۔ چین بھی ہمارا ہے‘ عرب بھی ہمارا ہے‘ ہندوستان بھی ہمارا ہے۔ جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں‘ وہ سب ملک اور خطے ہمارے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور سارا جہان ہمارا وطن ہے‘ اس لیے کہ مسلمان اپنے عقیدے کے اعتبار سے کسی مخصوص خطۂ زمین کو خود سے وابستہ نہیں سمجھتا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال سارے جہان کو اپنا وطن متصور کرتے ہیں۔ ہمارے سینوں میں توحید الٰہی کا تصور ایک امانت کی طرح محفوظ ہے۔ چونکہ ہمارے سینوں سے توحید کو نہیں مٹایا جا سکتا‘ اس لیے ہمارا نام و نشان بھی کوئی نہیں مٹا سکتا۔ جس زمانے میں دنیا بھر میں کفر و الحاد پھیلا ہوا تھا اور ہر سمت بت خانے ہی بت خانے تھے‘ اُس وقت اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ واحد کی عبادت کے لیے اوّلین عمارت تعمیر کی جسے خانۂ کعبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہم مسلمان خانۂ کعبہ کے محافظ ہیں‘ اور خانۂ کعبہ ہمارا محافظ ہے۔ مراد یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کے سبب ملت اسلامیہ میں نظم و ضبط‘ مرکزیت اور وحدت کا تصور برقرار رہتا ہے۔

(4) تا (6) خنجر ہلال کا: یعنی اسلامی پرچم‘ جس کا نشان چاند تارا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم تلواروں کے سائے میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کا سبز پرچم ہلال اور ستارے سے سجا ہوا ہے‘ چونکہ ہلال بڑی حد تک خنجر سے مشابہ ہوتا ہے‘ اس لیے اسے اقبال نے اسی سے تشبیہ دی ہے اور اسے اپنے قومی نشان سے تعبیر کیا ہے۔ ہرچند کہ مسلمان عساکر کا بنیادی مرکز عرب تھا‘ اس کے باوجود ہم اپنی قوت اور ہمت کے طفیل مغرب پر یلغار کرتے رہے۔ ہماری اذانیں مغرب کی وادیوں میں گونجیں۔ ہم نے الجزائر‘ مراکش‘ ہسپانیہ‘ فرانس اور جنوبی و مشرقی یورپ کے دوسرے ملکوں میں فتح کے جھنڈے گاڑے اور ہر جگہ اپنی اذانوں سے کلمۂ توحید کی حقانیت ماحول پر طاری کی۔ ہم جس طرف رُخ کرتے تھے‘ ایک تیز و تند سیلاب کی طرح بڑھتے تھے اور کسی میں اس سیلاب کو روکنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

اے آسمان! ہم حق و صداقت کے علمبردار ہیں۔ باطل ہمیں دبا نہیں سکتا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿**قل جاء الحق وزهق الباطل۔ ان الباطل كان زهوقا**﴾ ’’اے رسولؐ اِن سے کہہ دیجیے کہ سچ آ گیا‘ جھوٹ نکل بھاگا‘ بے شک جھوٹ ہے ہی بھاگنے والا‘‘۔

اقبال آسمان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فلکِ کج رفتار‘ یہ جان لے کہ ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں‘ جو باطل سے خوف زدہ ہو کر رہ جائیں۔ تُو ایک بار نہیں‘ سو بار ہمارا امتحان کر چکا ہے۔

(7) اور (8) اُندلس: ہسپانیہ کا جنوبی اور وسطی علاقہ‘ جہاں ایک زمانے میں ونڈال قوم آباد تھی‘ جس کی وجہ سے اس کا نام ’’ونڈالوشیا‘‘ پڑ گیا تھا۔ مسلمانوں کی زبان میں اندلس کہلایا۔ اِس علاقے پر مسلمانوں نے ساڑھے سات سو سال حکومت کی۔ **دجلہ:** عراق کا مشہور دریا‘ جس پر بغداد واقع ہے۔ **ارض پاک:** خصوصاً حجاز۔ **میرِ حجاز:** رسول کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات۔

اے اندلس کے باغ! تجھے وہ دن یاد نہیں جب ہم نے تیری ڈالیوں میں آشیاں بنایا تھا۔ اے دریائے دجلہ‘ تُو بھی ہمارے زمانۂ عروج کا گواہ ہے۔ بغداد کی عظمت کے نشان مٹ گئے‘ لیکن دجلہ کی روانی ہماری عظمت کو فراموش نہیں کر سکتی۔

(9) اور (10) اے سرزمین حجاز! کیا تُو اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ ہم نے تیری عزت و حرمت کے لیے ہمیشہ اپنی جانیں قربان کی ہیں اور آج بھی تیری رگوں میں ہمارا خون رواں دواں ہے۔ اے سرزمین حجاز! تُو جانتی ہے کہ تیرا والی و آقا‘ ہمارے قافلے کا سالارِ اوّل ہے‘ یعنی ہم حضور سرورِ کائنات ﷺ کی تعلیمات کی روشنی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ نام ہمارے لیے اسم اعظم ہے جو ہمارے بے چین اور مضطرب دلوں کو سکون دیتا ہے۔

(11) مقطع میں اقبال کہتے ہیں کہ میں نے جو یہ ’’ملّی ترانہ‘‘ تخلیق کیا ہے‘ وہ ایک ایسی گھنٹی کی مانند ہے جو دورانِ سفر ہمیشہ قافلے کی رہنمائی کرتی ہے۔ ’’ملی ترانہ‘‘ کی رہنمائی میں ہمارا قافلہ ایک بار پھر بڑی مستعدی اور تنظیم کے ساتھ اپنی منزل کی جانب سرگرم سفر ہو رہا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کا اصل پیغام

مسجد دار السلام باغ جناح، لاہور میں مرکزی ناظم تربیت تنظیم اسلامی، شاہد اسلم صاحب کے 22 اپریل 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ربیع الاول نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں بے شمار محافل سیرت منعقد کی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت بیان کرنے اور کتب سیرت لکھنے کی سعادت ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں نے حاصل کی ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی سیرت کو بیان کرنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اس مصرع کو حرف آخر کے طور پر بیان کر لیا جاتا ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اصل بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اندر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بعثت کا جو مقصد بیان کیا ہے جب تک اس کو نہ سمجھا جائے ہم آپ کی سیرت کو نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا مقصد بعثت تین جگہوں پر ارشاد فرمایا اور اس آیت کو شاہ ولی اللہ نے قرآن حکیم کا عمود قرار دیا ہے۔ وہ آیت ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (التوبۃ)

”وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو الھدیٰ دے کر اور سچا دین دے کر تاکہ وہ اسے دیگر ادیان پر غالب کریں چاہے یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو۔“

جب تک ہم اس بات کو نہیں سمجھیں گے کہ آپؐ کو اس دنیا میں کس لیے مبعوث فرمایا گیا، کیوں رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا؟ تو ممکن ہے ہم آپؐ کی زندگی کے کسی ایک پہلو کسی ایک گوشے کو سمجھیں کہ بس یہی سب کچھ ہے۔ یہی کل ہے۔ اس لیے کہ آپؐ نے اپنی زندگی کے اندر ذکر واذکار بھی سکھائے ہیں، اخلاق بھی سکھائے ہیں، معاشرتی معاملات بھی سکھائے ہیں، یعنی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے متعلق آپ نے رہنمائی نہ دی ہو۔ آپؐ نے جنگیں بھی کی ہیں، آپؐ نے صلح بھی کی ہے، کبھی آپ نے بظاہر دب کر صلح کی ہے اور کبھی کوئی صلح کرنے آیا تو آپؐ نے ٹھکرا دیا کہ اب صلح نہیں ہو گی لیکن اگر آپؐ کا مقصد بعثت جو اس آیت میں بیان ہوا سامنے نہ ہو تو ممکن ہے ہم کسی ایک چیز کو سمجھیں کہ آپ تو بس اسی لیے آئے تھے۔ مثلاً تزکیہ کرنے کے لیے آئے تھے یا لوگوں کو پاکیزگی سکھانے کے لیے آئے تھے۔ البتہ اگر ہم آپؐ کی سیرت مطہرہ کو اس آیت کے حوالے سے سمجھیں تو آپ ﷺ کی زندگی کے جتنے بھی مراحل تھے۔ وہ اسی مقصد کے حصول کے مراحل نظر آتے ہیں۔ چاہے آپؐ نے کبھی دب کر صلح کی یا صلح کو ٹھکرا دیا یا جنگ کی۔

اسی طرح کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ مکے میں آپؐ کے ساتھی ماریں کھا رہے ہیں لیکن آپؐ نے کہا کہ برداشت کرو اور کبھی آپؐ کے ہاتھ میں تلوار ہے، یہ سب کچھ کس لیے تھا۔ دراصل آپ کو اللہ نے اس لیے بھیجا تھا کہ دنیا کے اندر جو ناانصافی ہے جس کی وجہ سے انسانیت سسک رہی ہے اس کو ختم کیا جائے اور اسی لیے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیاء)

رحمت اس معانی میں کہ زمین کے اندر جو فساد ہے یا قیامت تک کے لیے جو بھی فساد ابھرے گا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا اس کے خاتمے کے لیے مبعوث فرمایا۔ تمام انبیاء کا مشن قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید: ۲۵)

”ہم نے رسولوں کو بھیجا کتاب نازل کی اور میزان یعنی شریعت عطا فرمائی تاکہ انسانیت عدل وانصاف پر قائم ہو جائے۔“

کسی کے اوپر ظلم نہ ہو، ناانصافی نہ ہو۔ اس ظلم اس ناانصافی کے خاتمے کے لیے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے کہ اس مختصر سے وقت میں سیرت کے بیان کا حق تو ہم ادا نہیں کر سکتے لیکن اس سعادت کے حصول کے لیے جو کچھ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

اگر ہم سورۃ الضحیٰ کا مطالعہ کریں تو آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝﴾

”دن کی روشنی کی قسم اور رات جب وہ چھا جاتی ہے کہ تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا اور نہ تجھ سے بیزار ہوا۔

نبی ﷺ سے خطاب ہے یہاں:

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝﴾

”اور البتہ آخرت یا بعد میں آنے والا ہر دن پہلے سے بہتر ہو گا۔“

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝﴾

”اور تیرا رب تجھے دے گا اتنا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔“

اب یہاں اللہ تعالیٰ نے کچھ نعمتیں گنوائی ہیں۔

﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝﴾

”تو اے میرے حبیب! کیا ہم نے آپ کو یتیم نہ پایا تھا اور پھر ٹھکانہ عطا فرمایا۔“

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝﴾

”اور آپ کو حقیقت کی تلاش میں سرگرداں پایا تو رہنمائی دی۔“

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝﴾

”اور آپ کو تنگ دست پایا تھا تو غنی کر دیا۔“

آگے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے امت کو بتایا جا رہا ہے:

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝﴾

”کسی یتیم کے اوپر سختی نہ کرو۔“

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝﴾

”اور مانگنے والے سائل کو جھڑکا نہ کرو۔“

﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝﴾

”اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کا ذکر کرو۔“

آپؐ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے جو روایات ہمیں ملتی ہیں۔ان میں یہ بھی ہے کہ نو ربیع الاوّل کو آپؐ کی ولادت ہوئی۔ اور بعض روایات میں بارہ ربیع الاوّل کا ذکر ملتا ہے لیکن اکثر مؤرخین کا نو ربیع الاوّل کی طرف جھکاؤ ہے۔

بہرحال آپؐ کی وفات بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے شمسی تقویم کے مطابق پیدائش 20 یا 22 اپریل 571ء میں ہوئی۔ یہ عام الفیل ہے۔ اسی سال ابرہہ اپنے لشکروں کو لے کر آیا جس میں ہاتھی بھی تھے۔ دراصل اس نے ایک کعبہ بنایا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جس طرح لوگ مکہ جاتے ہیں اسی طرح لوگ یہاں آیا کریں تاکہ آہستہ آہستہ خانہ کعبہ کی حیثیت ختم ہو جائے۔ لیکن کسی عرب نے غیرت میں اس کے اندر جاکر غلاظت بکھیر دی۔ اسے معلوم ہوا تو اس نے ردِعمل کے طور پر کہا کہ میں اب خانہ کعبہ کو ڈھا دوں گا۔ عام الفیل وہ سال ہے جب وہ لشکر لے کر آتا ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔

﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ﴾ (الفیل)

بہرحال یہ وہ سال ہے جس میں محمد ﷺ کی ولادت ہوئی ہے اور جیسا کہ سورۃ والضحیٰ میں ارشاد ہے:

جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو آپؐ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کے تھے تو آپؐ کی والدہ بھی انتقال کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾

"ہم نے آپؐ کو ٹھکانہ عطا فرمایا۔"

آپؐ کے دادا نے اپنے بیٹوں سے بڑھ کر آپؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آپؐ کے دادا کی وفات ہوتی ہے تو پھر بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کے تایا جن کا نام زبیر تھا انہوں نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا۔ ان کی وفات کے بعد پھر ابوطالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا۔ آپؐ نے بچپن میں مکے والوں کی بکریاں بھی چرائی ہیں۔ اس لیے کہ ابوطالب خود ایک کثیر العیال تھے۔ لہٰذا آپؐ نے بھی ساتھ ساتھ محنت کی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جب آپؐ جوانی کی عمر کو پہنچے ہیں تو آپؐ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا دوسروں کا مال لے کر آپ شام جاتے تھے۔ خاص طور پر حضرت خدیجہ ؓ کا ذکر آتا ہے وہ مکے کی بڑی ہی مالدار بیوہ خاتون تھیں۔ انہوں نے آپؐ کے کردار اور معاملات سے متاثر ہو کر آپؐ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ جسے آپؐ نے ابوطالب کے مشورے کے بعد قبول فرمالیا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ ؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے لیکن آپ نبوت سے پہلے بھی غریبوں' یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرنے والے تھے بلکہ آپؐ کے پاس جو کچھ بھی ہوتا وہ کسی غریب کسی یتیم پر لگا دیتے۔

سیرت کی کتابوں میں ایک بڑا پیارا واقعہ آتا ہے کہ ایک دن آپؐ آئے اور بڑے غمگین حالت میں آکر لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہ ؓ نے عرض کیا: کہ کیا معاملہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وادی مکہ کے دوسری طرف ایک قافلہ کہیں سے آیا ہے جو بڑا ہی مفلوک الحال ہے۔ ان کے بچے بلک رہے ہیں' ان کے تن پر لباس نہیں ہے میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ سارا مال حضرت خدیجہ ؓ کا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت خدیجہ ؓ نے عرض کیا: کہ آپ جایئے اور مکے کے سرداروں کو بلا کر لایئے اور آپؐ کے آنے سے پہلے انہوں نے اپنے نوکروں سے کہہ کر جتنا مال و دولت تھا وہ صحن میں ڈھیر کروا دیا۔ جب سرداران مکہ آ گئے تو حضرت خدیجہ ؓ نے فرمایا: اے سرداران قریش! تم گواہ رہو کہ آج کے بعد یہ جو کچھ ہے یہ میں نے محمد ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ یہ جہاں چاہیں' جس پر چاہیں خرچ کریں۔ اس طرح آپؐ لوگوں کی سرپرستی کرنے والے تھے۔ جب آپؐ کی عمر چالیس کے قریب ہوئی تو آپؐ کو تنہائی زیادہ محبوب ہو گئی اور آپؐ غارِ حرا میں کئی کئی دن ستوں' پانی وغیرہ ساتھ لے جاتے۔

ایک بار حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ وہاں کیا کرتے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ میں فرمایا:﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی﴾

اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ کو حقیقت کی تلاش میں سرگرداں پایا تھا اور ہدایت دے دی۔ حضرت عائشہ ؓ نے جواب دیا وہاں تحنث فرمایا کرتے تھے۔ تو پوچھا تحنث کیا ہے؟ تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: غور و فکر کرتے تھے یہ دنیا کیا ہے؟ یہ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اسی دوران پہلی وحی کا نزول ہوتا ہے اور حضرت جبرئیل ؑ تشریف لاتے ہیں تو آپؐ جس کیفیت میں گھر تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے اوپر کمبل اوڑھا دو مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا واقعہ تھا اس وقت بھی حضرت خدیجہ ؓ نے یہی عرض کیا کہ آپؐ غریبوں کی مدد کرنے والے ہیں' یتیموں کی سرپرستی کرنے والے ہیں' بیواؤں کی مدد کرنے والے ہیں۔ اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت خدیجہ ؓ آپ کو اپنے ایک عزیز ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جاتی ہیں جو کہ تورات اور انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ جب آپ اپنا سارا واقعہ اُن کے سامنے بیان کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپؐ کی قوم آپؐ کو مکے سے نکال دے گی۔

محمد ﷺ حیران ہو کر کہتے ہیں کیا یہ میرے اپنے لوگ مجھے نکالیں گے۔ کیونکہ لوگ آپؐ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے آپؐ کو صادق اور امین کہتے تھے آپؐ فیصلے کرواتے تھے آپؐ کو مکے کا سب سے بہترین انسان سمجھتے تھے تو آپؐ نے فوراً اظہار فرمایا کہ کیا واقعی مجھے یہ نکالیں گے۔

ورقہ نے فرمایا کہ جس کے پاس بھی یہ فرشتہ جبرائیل ؑ وحی لے کر آیا ہے۔ اس کی قوم نے لازماً اسے نکالا ہے۔ بہرحال آغازِ وحی کے بعد تیرہ سالہ مکی زندگی ہم تین ادوار کے اندر تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے تین سال جس میں آپؐ نے پس پردہ دعوت دی، اعلانیہ دعوت نہیں دی۔

عورتوں میں سے سب سے پہلے آپؐ کی زوجہ حضرت خدیجہ ؓ نے اسلام قبول کیا۔ مردوں میں آپؐ کے بچپن کے دوست حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ ؓ نے جن کو آپؐ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

اسی طرح چھوٹے عمر کے لوگوں میں سے حضرت علی ؓ جو آپؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ تیرا چودہ سال عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے جب اسلام قبول کیا تو عرض کیا: اے محمد ﷺ میری کیا ڈیوٹی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: "کہ جو میرا کام ہے وہی تمہارا کام ہے۔ اس کام کو آگے پھیلاؤ' لوگوں کو دعوت دو"۔ عشرۂ مبشرہ' وہ دس صحابہ ؓ جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت ملی ہے ان میں سے چھ صحابہ ؓ وہ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر ؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ یہ دعوت چونکہ اعلانیہ نہیں تھی۔ لہٰذا اس کا ردِعمل بھی جو ہوا ہے وہ اس انداز میں ہوا ہے کہ لوگوں نے ہنسی مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہا گیا نعوذ باللہ یہ پاگل ہو گیا' یہ جادوگر ہے۔ شاعر کہا' یہ مختلف پہلو تھے۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی دعوت لے کر اُٹھتا ہے تو اس معاشرے کو غلط روش پر چلانے والے جو ہوتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو شروع ہی میں اتنا دل شکستہ کر دیا جائے۔ اتنا مذاق اڑایا جائے کہ یہ اپنی دعوت کو چھوڑ دے۔

جب اہل مکہ نے دیکھا کہ مذاق اڑانے سے بھی ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے تو اُنہوں نے دوسرا حربہ استعمال کیا کہ آپ کی تعلیمات کو مسخ کر دیا جائے۔ یعنی آپؐ جو جا کر پیغام دیں' لوگوں کو یہ بتایا جائے یہ تو (اساطیر الاولین) پہلوں کے کچھ قصے کہانیاں ہیں۔ یہ کوئی اللہ کی طرف سے بات نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ)۔

فرمایا:﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾

(الشعراء)

"آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کر دیجئے۔"

تو آپ نے ان کو بھی دعوت دی لیکن یہاں بھی مذاق اڑایا گیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آپؐ ڈنکے کی چوٹ پر اس پیغام کو بیان کر دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر لوگوں کو جمع کیا' یہ بڑا مشہور واقعہ ہے۔

آپؐ نے فرمایا لوگو! سنو' اس دنیا کے بعد بھی ایک دنیا آنے والی ہے اور مرنے کے بعد پھر حساب کتاب ہو گا۔ آپؐ نے یہ باتیں کیں تو آپؐ کا وہ چچا ابولہب جس نے آپؐ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ اس نے سب سے بڑھ کر مخالفت کی۔

بہرحال جب آپؐ نے اعلانیہ دعوت دی تو اس کا ردعمل بھی بڑا سخت ہوا۔ وہ جو کل تک صرف زبان سے برا بھلا کہہ رہے تھے' مذاق اڑا رہے تھے۔ اب انہوں نے آپؐ کے ساتھیوں کے اوپر تشدد شروع کر دیا۔ نہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم پر بلکہ آپؐ کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت خباب رضی اللہ عنہ' حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے بہت سے واقعات ہیں کہ انہیں کس طرح تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ ان واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ صرف لوگوں کے تذکیہ کے لیے نہیں آئے تھے' آپؐ صرف اخلاق سکھانے کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ آپؐ اسلام کے نظامِ رحمت کو دنیا پر قائم کرنے کے لیے آئے تھے۔

آپؐ نے فرمایا: کہ خباب صبر کرو' ایک دن آئے گا یہ دین دنیا پر غالب ہو گا۔ جب آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کے اوپر تشدد کیا جا رہا تھا اور خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس وقت آپؐ صحابہؓ سے فرماتے: صبر کرو' ایک وقت آئے گا کہ اکیلا مسافر یا اکیلی عورت صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گی۔ سوائے اللہ کے ڈر کے کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔۔ انہی دنوں میں آتا ہے کہ ابوجہل ابوطالب کے پاس ایک وفد لے کر آیا کہ اپنے بھتیجے کو روکو۔ ہمارے راستے سے ہٹ جائیں۔ اس لیے کہ اب ہم اس کی دعوت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس وقت آتا ہے کہ ابوطالب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور محمد ﷺ کو بلا کر کہا کہ بھتیجے مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کر سکوں۔ آپؐ کی آنکھوں میں بھی آنسو آئے لیکن آپؐ نے فرمایا: کہ اے چچا! میں تو صرف ان سے ایک بات کہتا ہوں اگر یہ میری مان لیں تو عرب و عجم پر ان کی حکومت ہو گی۔ یہ آپؐ کب فرما رہے ہیں؟ وہی سال ہے جس میں آپؐ کے ساتھیوں کو مارا اور پیٹا جا رہا ہے۔

بہرحال اس بات پر تو ابوجہل کو کلمہ پڑھ لینا چاہیے تھا کیونکہ وہ تو اقتدار چاہتا تھا لیکن بڑی حیران کن بات ہے کہ یہ کلمہ جسے ہم ہزار ہزار دفعہ پڑھتے ہیں۔ اس دنیا پرست انسان نے اس کلمہ کو نہیں پڑھا۔ کیوں نہیں پڑھا۔ اس لیے کہ وہ اس کلمے کے تقاضے کو سمجھتا تھا۔ جیسے اقبال نے بھی کہا:

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرز جاتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ لا الٰہ کہنے کے کیا تقاضے ہیں۔ اس لیے کہ جب کہا کہ اللہ ہمارا خالق ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے' وہی پیدا کرنے والا ہے باقی سب مخلوق ہیں۔ جب سب مخلوق ہیں تو سب برابر ہیں۔ یہ ہے وہ انقلابی پیغام جو نبی اکرم ﷺ نے دنیا کو دیا کہ پیدائشی طور پر سب انسان برابر ہیں۔ اسی طرح اس کائنات کی ہر شے کا اصل مالک اللہ ہے جب کہ انسان کو جو کچھ دیا گیا بطور امانت دیا گیا ہے۔ سیاسی سطح پر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ حاکم اعلیٰ صرف اللہ ہے جب کہ انسان خلیفہ کی حیثیت سے اس دنیا میں احکام خداوندی کی تنفیذ کے لیے بھیجا گیا ہے۔ وہ اپنا حکم نہیں چلا سکتا۔ ان تقاضوں کی وجہ سے ابوجہل نے کلمہ نہیں پڑھا۔

جب تشدد اپنی انتہا کو پہنچا تو آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے کہا کہ اگر تم ہجرت کر سکتے ہو تو ہجرت کر کے چلے جاؤ۔ تو بے شمار صحابہؓ نے پہلی دفعہ' پھر دوسری دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اس کے بعد جب سن 10 نبوی میں آپؐ کے چچا اور آپؐ کی زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تب مکے والوں کو کھلی چھوٹ مل گئی۔ اب وہ آپؐ کے ساتھ جو چاہتے کر سکتے تھے۔ اسی لیے طائف کا رخ کیا شاید طائف کے سردار میری بات مان لیں اور یہاں ہم اسلام کا مرکز بنا لیں لیکن وہاں آپ کے ساتھ اتنا ظلم و تشدد ہوا کہ آپؐ نے اسے اپنی زندگی کا سخت ترین دن قرار دیا ہے۔ جب آپؐ طائف سے مایوس ہو کر واپس آئے تو آپؐ مکے میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے کہ مکے والوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ آپؐ جیسے ہی آئیں شہید کر دیا جائے۔ تب آپؐ ایک کافر سردار مطعم بن عدی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ سب آپؐ نے اپنی جان بچانے کے لیے نہیں کیا بلکہ اس دین کی خاطر ایک مشرک کے احسان کو بھی قبول کر لیا۔ کیونکہ پیش نظر یہ تھا کہ اللہ کا دین غالب ہو۔

بہرحال کچھ عرصہ بعد مدینہ سے کچھ لوگ حج کے لیے آئے ان میں سے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا حج کے موقع پر بارہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے ساتھ آپؐ نے اپنے نوجوان صحابی مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا کہ وہ انہیں قرآن اور اسلامی تعلیمات سکھائیں۔

ان کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اگلے ہی سال تقریباً پچھتر آدمیوں کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں 75 سرکردہ لوگ مسلمان ہوئے انہی لوگوں نے آپؐ کو مدینے ہجرت کرنے کی دعوت دی۔ لہٰذا پھر ہجرت مدینہ ہوتی ہے اور اگلے دس سال مدنی دور کے ہیں۔ مدینے جا کر آپ نے پہلے چھ ماہ چند کام کیے اس میں ایک تو مسجد نبوی کی تعمیر تھی جو کہ مسلمانوں کا مرکز تھا اور اسی طرح مدینے میں جتنے بھی قبائل آباد تھے ان کے ساتھ آپؐ نے معاہدے کیے' حتیٰ کہ یہودیوں کو بھی معاہدوں میں جکڑ لیا۔

اس کے بعد آپؐ نے چھوٹی چھوٹی مہمیں بنائی۔ دستے بنائے اور اس میں زیادہ تر مہاجر صحابہؓ کو رکھا۔ پیش نظر یہ تھا کہ اہل مکہ کو جو تجارتی قافلے مدینے سے ہو کر شام کی طرف جاتے ہیں ان کا راستہ روکا جائے۔ اب آپ دیکھیں کہ مکے میں صحابہؓ کو آپؐ کے سامنے شہید کر دیا گیا لیکن آپؐ نے یہی کہا کہ برداشت کرو' صبر کرو' لیکن مدینہ میں پہنچ کر آپؐ نے دستے بھیجنے شروع کیے۔

اسی کے ردعمل میں بدر کا معرکہ پیش آیا یہ سن دو ہجری کی بات ہے۔ یہاں ان کے ستر سرکردہ سردار مارے جاتے ہیں' ستر قیدی ہوتے ہیں۔ اگلے سال وہ پھر تین ہزار کا لشکر لے کر آتے ہیں اور احد کی جنگ ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو ایک غلطی کی وجہ سے ایک وقتی شکست ہوتی ہے۔ ستر صحابہ کرامؓ شہید ہو جاتے ہیں۔ سن پانچ میں وہ پھر بارہ ہزار لشکر لے کر آتے ہیں اور مدینے کو گھیر لیتے ہیں' بیس دن کا محاصرہ رہتا ہے۔ اس مہم کی اطلاع پر آپؐ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا اس دوران نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کے ساتھ خود کام کیا۔ خندق کی کھدائی کے دوران ایک پتھر صحابہؓ سے نہیں مل رہا تھا۔ آپؐ نے جب کدال چلائی تو چنگاریاں نکلیں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے قیصر و کسریٰ کے خزانے میرے قدموں میں ڈال دیئے۔ اس پر اس وقت کے منافقوں نے کہا کہ یہ کیا باتیں کرتے ہیں یہاں حالت یہ ہے کہ کھانے کے لیے کچھ نہیں۔ پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ رفع حاجت کے لیے ہم باہر نکل نہیں سکتے۔

"اللہ اور اس کے رسول نے جو بھی ہم سے وعدہ کیا (نعوذ باللہ) دھوکہ کیا۔"

لیکن اللہ کے نبی نے فرمایا کہ یہ دین غالب ہو گا۔ بہرحال بیس دن کا محاصرہ ہوا' بعد میں اللہ نے تیز طوفان بھیجا' وہ بھاگ گئے' سن چھ ہجری میں اگلے سال آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ ہم عمرے کے لیے جائیں گے تو اس وقت منافقوں نے کہا کہ یہ تو اب خود ہی مارے گئے۔ نہتے ہو کر مکہ جا رہے ہیں یہ اب واپس نہیں آئیں گے۔ ایک سال پہلے اتنا بڑا لشکر آیا اور اگلے سال یہ جا رہے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپؐ گئے انہوں نے عمرہ تو نہیں کرنے دیا لیکن وہاں صلح ہوئی جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ بظاہر یہ دب کر صلح تھی۔ لیکن اللہ نے فرمایا:

﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴾ (الفتح)

"اے پیغمبر ہم نے آپ کو بہت بڑی فتح عطا فرمادی۔"

بعد میں یہ ثابت ہوا کہ کیوں بڑی فتح قرار دیا۔ اس لیے کہ معاہدہ ہوگیا کہ اب جنگ نہیں ہوگی۔ سرزمین عرب پر آپ کو اپنا ہم پلہ سمجھ لیا گیا۔ چنانچہ اب آپؐ نے بیرون عرب دعوتی خطوط لکھے اور اصحاب صفہ کو مختلف قبائل میں دعوت کے لیے بھیجا۔

خیبر جو یہودیوں کا گڑھ تھا اسے ختم کر دیا۔ اسی دوران مکے والوں نے ازخود صلح کو توڑ دیا۔ لیکن انہیں احساس ہوا کہ غلطی ہوئی ہے چنانچہ اب ابوسفیان خود چل کر آتا ہے اور صحابہ سے سفارشیں کروانے کی کوششیں کرتا ہے کہ اللہ کے نبی صلح دوبارہ کرلیں لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اب صلح نہیں ہوگی۔ آپ اندازہ لگائیں کہ کبھی آپؐ دب کر صلح کر رہے ہیں، آج وہ خود چل کر آتے ہیں تو فرمایا اب صلح نہیں ہوگی۔ کیوں نہیں ہوگی؟ اس کا معنیٰ یہی ہے کہ اب اگر صلح کی گئی تو کفر کو آکسیجن دینے کے مترادف ہے۔ کفر جڑ پکڑ جائے گا۔ لہٰذا آپؐ نے فرمایا کہ اب صلح نہیں ہوگی۔

سن 8 ہجری میں دس ہزار کا لشکر لے کر آپؐ مکے پہنچ گئے۔ مکے کا گھیراؤ ہوا اور جب آپؐ مکے میں داخل ہوئے تو آپؐ نے سب کو معاف کر دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب ایک دروازے سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ (اليومَ يومُ المَلحَمة) ''آج تو قتل و غارت خونریزی کا دن ہے''۔ لیکن اللہ کے نبی نے فرمایا کہ نہیں خالد یہ نہ کہو بلکہ کہو (اليومَ يومُ المَرحَمة) ''آج تو رحمت کا دن ہے۔''

سن 10 میں آپ حج کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور یہاں پھر آپ نے جو خطبہ دیا اسے ایک عالمی خطبہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ سوائے تقویٰ کے۔ سود کا نظام ختم ہوگیا اسی طرح قتل و غارت کے جو انداز تھے سب ختم ہوگئے۔

پھر پوچھا کہ لوگو! بتاؤ کیا میں نے پیغام تم تک پہنچا دیا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپؐ نے پیغام کو پہنچایا ہی نہیں بلکہ حق ادا کر دیا۔ تب آپؐ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ ان تک دین کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ تب صحابہؓ نکلے ہیں اور یہ دین ہم تک پہنچا ہے۔ اگر وہ بھی ثواب کے لیے مکہ اور مدینے میں بیٹھے رہتے تو دین ہم تک نہ پہنچتا۔ وہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے قیصر و کسریٰ سے ٹکرائے۔ اس وقت کی سپر پاور کو ختم کیا۔ یہ سیرت کا مختصر بیان ہمارے سامنے آیا۔

حضرات محترم! سیرت کا اصل پیغام یہ ہے کہ دنیا سے ظلم کا خاتمہ ہو۔ رحمت للعالمین جو رحمت بھرا نظام دے کر آئے تھے۔ اسے دنیا میں دوبارہ متعارف کرایا جائے۔

آج امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کو دنیا پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ وہ بظاہر بڑا خوشنما نظر آتا ہے لیکن یہ نظام دراصل جمہوریت اور روشن خیالی کے پردے میں بے حیائی، بے راہ روی اور سودی معیشت جیسے ظالمانہ ہتھکنڈوں کا مجموعہ ہے۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ نے دین اسلام کی صورت میں دنیا کو جو ورلڈ آرڈر دیا وہ کائنات کا سب سے بڑا نظام رحمت اور کامل عدل و انصاف پر مبنی نظام ہے۔ لہٰذا ہمیں اس نظام رحمت کو اوّلاً خود اپنی انفرادی زندگی میں روبہ عمل لانا اور پھر پوری دنیا میں اس نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنی چاہئے۔ ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے ہمارے لیے سیرت نبوی ﷺ کا اصل پیغام یہی ہے۔

(مرتب: فرقان دانش خان)

پریس ریلیز

29 اپریل 2005ء

آج روئے ارضی پر جو فساد نظر آ رہا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی بجائے انسان خود حاکمیت کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔ یہ بات ناظم دعوت تنظیم اسلامی چودھری رحمت اللہ بٹر نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا آج دنیا میں کہیں انصاف نظر نہیں آ رہا۔ اقوام متحدہ جیسے ادارے میں بھی ویٹو کے ذریعے گویا حاکمیت اعلیٰ کے مدعی اقوام عالم کے ناخدا بنے بیٹھے ہیں۔ دراصل اس وقت دنیا پر جو تہذیب مسلط کی جا رہی ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اجتماعی زندگی میں خدا کو بے دخل کر دیا جائے، البتہ انفرادی زندگی میں ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران اسی تہذیب کو اپنے ہاں پروان چڑھا رہے ہیں، لیکن ساتھ ہی اسلام کے بھی دعویدار ہیں۔ حکمرانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ عیسائیت کی طرح اسلام کوئی مذہب نہیں بلکہ دین ہے اور دین اسلام اپنا غلبہ یعنی اللہ کی حکمرانی چاہتا ہے۔ نبی اکرمؐ کی ساری زندگی اسی دین حق کو غالب کرنے کی جدوجہد میں صرف ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر فرد کو چاہئے کہ آخرت میں کامیابی کے لیے دین حق کے قیام کی جدوجہد میں اپنی تمام صلاحتیں صرف کر دے، کیونکہ جب تک دینِ طاغوت کا انکار نہ کیا جائے اسلام کا دعویٰ بے معنی ہے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

بقیہ اداریہ

شکنجہ کسا ہوا ہے کہ امریکہ تو ڈالر کی چھپائی بھی انہیں ٹھیکہ پر دینے پر مجبور ہے۔ امریکہ کی عسکری قوت کو بھی اس لئے قائم رکھا گیا ہے تاکہ دنیا کے جن ممالک کو افغانستان یا عراق بنانا پڑے تو اس کی قوت کو استعمال کیا جا سکے۔ مختلف ملٹی نیشنل کمپنیوں کو متحد کر کے یہ معاشی جن اپنی قوت میں روز بروز اضافہ کر رہا ہے۔ عالمی بیج (Seed) پالیسی، کارپوریٹڈ فارمنگ، WTO۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ چند مالک ہوں اور باقی ساری انسانیت بار برداری کے ڈنگر بن کر رہ جائیں اور اس جنگ میں سود اور لیزنگ پالیسیاں ایٹمی ہتھیار ہیں جو بڑے سرمائے دار خصوصاً بینکرز (Bankers) استعمال کر رہے ہیں۔ سوویت یونین میں ظاہری طور پر مزدور دوست انقلاب آیا تھا۔ یہودی سازش نے اسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ہماری رائے میں بالشویک انقلاب ہرگز انسان دوست انقلاب نہیں تھا بہر حال بڑے سرمایہ دار کے راستے کا پتھر یقیناً تھا۔ اس سوویت یونین کو راستے سے ہٹا دیا گیا بلکہ شکست و ریخت سے دوچار کر دیا گیا۔ اس پس منظر میں حکمران اگر یوم مئی مناتے ہیں تو یہ صریحاً منافقت ہے۔ ہمارا تو روزِ اول سے یہ ایمان ہے کہ انسان کی اخروی ہی نہیں دنیوی فلاح و نجات بھی صرف اس نظام میں ہے جس کی بنیاد آسمانی ہدایت اور اجتماعی عدل پر رکھی گئی ہے۔ اب دنیا میں جو حالات پیدا ہو گئے ہیں ان کا منطقی اور عقلی تقاضا بھی یہ ہے کہ استحصالی قوتوں کے جبر سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اس نظام کی طرف ایک بار پھر رجوع کیا جائے جس کے خدوخال کتابِ زندہ میں موجود ہیں اور جو عملاً دورِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں بڑی آن بان کے ساتھ نافذ رہا، وگرنہ انسان ملوکیت، سرمایہ دارانہ جمہوریت اور سوشلزم و کمیونزم کے درمیان فٹ بال بنا رہے گا۔ محنت کشوں اور غریبوں کو دھوکہ دینے کے لئے یوم مئی منائے جاتے رہیں گے۔ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کر دو، جو خود کھاؤ وہی اپنے غلام کو کھلاؤ۔ الکاسب حبیب اللہ، ان مختصر فرمودات نبویؐ میں کیسی جامع لیبر پالیسی ہے۔ کوزے میں دریا بند کر دیا ہے، ہے کوئی جو سمجھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سانحہ گوجرانوالہ کی حقیقت

قاضی حمید اللہ کی زبانی

متحدہ مجلس عمل گوجرانوالہ کے MNA قاضی حمید اللہ خان اس وقت پولیس کی حراست میں سول ہسپتال گوجرانوالہ میں زیر علاج ہیں۔ قاضی حمید اللہ خان صوبہ سرحد کے علاقے چارسدہ کے رہنے والے ہیں اور عرصہ 25 سال سے گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔ وہ درس و تدریس کے دیوبندی سلسلے کے نامور عالم دین ہیں۔ پورے پاکستان سے بالعموم اور افغانستان' بلوچستان اور صوبہ سرحد سے بالخصوص ہر سال ہزاروں طلباء ان کے درس سے مستفید ہوتے ہیں۔ قدیم طرز پر تعلیم و تعلم کے حوالے سے اس وقت پاکستان میں جن گنے چنے مدرسین کو طلباء میں شہرت حاصل ہے ان میں قاضی حمید اللہ خان سرفہرست ہیں۔ تکملہ فنون (فنون کی تکمیل) کے مرحلے کے وہ ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ قاضی حمید اللہ خان خاکسار اور ملنسار' شرافت کا پرتو اور شکل و صورت سے بہت معصوم اور نرم خو نظر آتے ہیں۔ درس و تدریس کے سلسلے سے منسلک لوگوں کی اکثریت کو میں نے قریب سے دیکھا ہے کہ وہ جتنے عام معاملات میں نرم خو اور نرم جو ہوتے ہیں اتنے دین کے معاملات میں سخت گیر اور ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ حال ہی میں اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ایک خالص دینی معاملے میں قاضی حمید اللہ خان نے اس طرز عمل کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے ایک عظیم برائی کو کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر میدان میں کھڑے ہو کر روکا۔

دراصل اِس وقت انسان کو شرف انسانیت سے عاری کرنے کی خاطر عالمی سطح پر جو پروگرام ترتیب دیئے گئے ہیں وہ معاشی ہتھکنڈوں' سیاسی جعل سازیوں' معاشرتی بے قاعدگیوں' اخلاق سوز اور انسانیت دشمن سرگرمیوں پر مشتمل ایک پورا پیکیج ہیں۔ اس کے حصار کو توڑنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس نظام نے انسانی آبادیوں کو بھوک وافلاس' غم و پریشانیاں' خون خرابہ' دنگا فساد' فحاشی و عریانی اور جنسی بے راہ روی کے سوا کچھ نہیں دیا ہے۔ یہ اب انسانی زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ لہٰذا آئے روز اگر ان میں اضافہ ہو رہا ہے یا اُن کی نئی نئی شکلیں بن رہی ہیں تو ہم احساس نہیں کرتے! گویا کہ ہم احساسِ گناہ اور احساسِ ذمہ داری سے عاری ہو چکے ہیں۔ ایسے میں اگر کوئی اس نظام بد کے آگے بند باندھنے کے لیے صرف تحریر و تقریر سے نہیں' صرف کھوکھلے نعروں سے نہیں بلکہ عملی طور پر آگے بڑھتا ہے تو وہ عالم انسانیت کے دکھ درد کو اور حِس کی سی کیفیت کو ختم کرنے کا کریڈٹ لے جاتا ہے۔ فحاشی اور عریانی کے سامنے کھڑی بے بس اور مجبور و لاچار قوم پر جب پرویز مشرف اور چوہدری برادران نے بین الاقوامی دباؤ کے تحت میراتھن ریس کے پروگرام کو پنجاب کی سطح پر شیڈولڈ کیا۔ جس کے پہلے مرحلے میں لاہور میں بچیوں کو نیکریں پہنا کر روڈ پر دوڑایا گیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اور ملک بھر کے اعلیٰ سول اور ملٹری بیوروکریٹس نے ذہنی عیاشی کے اس پروگرام کو بڑے پُرسکون انداز میں انجوائے کیا۔ بین الاقوامی دنیا اور خاص کر جنرل پرویز مشرف نے اس اقدام پر وزیر اعلیٰ پنجاب اور انتظامیہ کو بھرپور داد دی۔ جبکہ دین دار طبقے پر یہ کہتے ہوئے پھبتی چست کی کہ جو کوئی نیکر پہنے ہوئے لڑکیوں کو نہیں دیکھ سکتا وہ اپنی آنکھیں بند کر لے۔

پروگرام کے دوسرے مرحلے میں گوجرانوالہ کے شہر کا انتخاب کیا گیا تھا۔ یہاں تقریباً ڈیڑھ ہزار لڑکیوں کو اس event میں حصہ لینا تھا۔ وزیر اعلیٰ' اس کے وزراء' گوجرانوالہ کی ساری پولیس مشنری ایک مہینہ پہلے اس پروگرام کے کامیاب انعقاد پر لگائی گئی۔ 20 اپریل کو جب راقم کی قاضی حمید اللہ خان سے ان کی تیمارداری کے سلسلے میں ملاقات ہوئی تو اس موقع پر انہوں نے پورے واقعہ کا تذکرہ یوں کیا۔ مقابلے سے پانچ دن پہلے مجھے بچیوں کے فون آئے کہ ہمیں زبردستی اس بات پر آمادہ کیا جا رہا ہے کہ ہم اس ریس میں شرکت کریں۔ ریس میں شرکت کرنے پر ہمیں امتحانات میں زیادہ نمبر اور مراعات دینے کا لالچ دیا جا رہا ہے' جبکہ شرکت نہ کرنے پر ہمارا اسکول سے اخراج اور بھاری جرمانے لگانے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ اس وقت ہمارے والدین اور سکول کالج کا عملہ مجبور ہیں' لہٰذا ہمیں اس ذلت سے نجات دلائی جائے۔ اس پر میں اور ہمارے کچھ ساتھی DPO کے پاس گئے اور اُن کو اس واقعے کی سنگینی سے آگاہ کیا' لیکن وہ نہیں مانے بلکہ کہنے لگے کہ قاضی صاحب اس میں شرعی اعتبار سے کوئی بڑی قباحت نہیں۔ اس کے بعد ہم DCO کے پاس گئے اور اُن سے اس ریس کو رکوانے کی درخواست کی لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں اوپر سے اس کام پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اگلے دن ہم دوبارہ DPO کے پاس چلے گئے اور اُن سے دوبارہ درخواست کی کہ وہ اس معاملے میں ہماری مدد کریں' لیکن انہوں نے صاف کہا کہ قاضی صاحب اس معاملے میں اگر آپ نے کوئی گڑبڑ کی تو میں آہنی ہاتھوں سے نمٹوں گا۔ چنانچہ ہم اجازت لیے بغیر اُن کے دفتر سے نکل آئے۔ ریس کے دن میں اپنے ساتھیوں سمیت سٹیڈیم کے باہر ریس کو رکوانے کے لیے کھڑا تھا۔ اس موقع پر پولیس کی بھاری نفری بھی موجود تھی۔ پولیس نے ہم سے منتشر ہونے کے لیے کہا لیکن ہم نے انہیں اپنے عزم سے آگاہ کیا کہ ریس کے شرکاء اگر ہماری لاشوں کے اوپر سے گزریں تو الگ بات ہے ورنہ ہمارے ہوتے ہوئے یہاں ریس نہیں ہو سکتی۔ اس پر انہوں نے لاٹھی چارج شروع کیا۔ اس کے جواب میں ہمارے ساتھیوں نے بھی اُن پر حملہ کیا حتیٰ کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دور سے ہمارے اوپر فائرنگ شروع ہو گئی۔ لیکن چونکہ ہم نے پہلے سے طے کیا تھا کہ کسی بھی حال میں اپنے مقام سے نہیں ہٹیں گے' لہٰذا فائرنگ سے میں اور میرے دس پندرہ ساتھی زخمی بھی ہو گئے۔ لیکن ہم لہولہان ہو کر بھی وہاں کھڑے رہے۔ بھاگتے ہوئے پولیس کی ٹوپیاں اور کارتوس کے خالی خول اب بھی ہم ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ آدھا گھنٹہ ہم نے مزید وہاں انتظار کیا یہاں تک کہ بچیوں اور اُن کے والدین کے فون آئے کہ ریس کو ختم کر دیا گیا ہے' لہٰذا آپ لوگ واپس جائیں۔ تب ہم سول ہسپتال گوجرانوالہ آئے۔ ہسپتال کی انتظامیہ پر بھی دباؤ ڈالا گیا کہ ان لوگوں کا علاج نہ کیا جائے۔ لیکن جب ڈاکٹروں نے ان سے کہا کہ ہم کس طرح علاج کیے بغیر ان کو جانے دے سکتے ہیں تو اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر جلد از جلد ان کو فارغ کیا جائے تاکہ ان کی گرفتاری عمل میں آئے۔ چنانچہ فارغ ہوتے ہی ہمیں گرفتار کیا گیا۔ اس وقت ہسپتال کے باہر پولیس کی بھاری نفری موجود تھی۔ گوجرانوالہ کی جیلوں میں رکھنے کے بعد مجھے اور میرے ساتھیوں کو گوجرانوالہ کے شہریوں کے غم و غصے کو دیکھتے ہوئے پنجاب کے مختلف شہروں کے جیل خانوں میں منتقل کر دیا گیا۔ مجھے اور میرے بیٹے کو ساہیوال جیل بھیج دیا گیا۔ میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ہم نے جیل والوں سے کسی قسم کی نرمی کی درخواست نہیں کرنی۔ جیل

(باقی صفحہ 17 پر)

جمعية المحمديه

انڈونیشیا کی تجدیدی تحریک

سید قاسم محمود

1921ء میں ''شرکت اسلام'' کی چھٹی موتمر کی قرارداد منظور ہو جانے کی وجہ سے کیمونسٹ تو اس پارٹی سے نکل گئے' لیکن اُن کی تخریبی کارروائیوں نے جماعت کی تنظیم و استحکام کو بہت نقصان پہنچایا۔ نومبر 1926ء میں کیمونسٹوں کی بغاوت شروع ہوئی جسے کچلنے کے لیے ولندیزیوں نے بڑی سختی اور تشدد سے کام لیا۔ حکومت کی سخت گیری نے تمام انڈونیشی تحریکات کو دہشت زدہ کر دیا۔ اس بغاوت کو بہانہ بنا کر سب جماعتیں ختم کر دی گئیں۔ ''شرکتِ اسلام'' کی سرگرمیاں بھی روک دی گئیں۔

حکومت کے تشدد کا دور ختم ہونے کے بعد جب سیاسی جماعتیں پھر سے کام کرنے لگیں تو ''شرکتِ اسلام'' کے اندر پھوٹ پڑ گئی۔ ولندیزی حکومت سے تعاون اور عدم تعاون کا مسئلہ ''شرکت اسلام'' کے رہنماؤں میں شدید اختلاف کا باعث بن گیا۔ انتہا پسندوں کے قائد ڈاکٹر سوکیمان تھے' جن کا خیال تھا کہ ولندیزیوں سے کسی قسم کا تعاون نہ کیا جائے اور عدم تعاون کی تحریک کو ملک گیر بنانے کے لیے کیائیوں (مولویوں) سے کام لیا جائے' جن کا دیہات میں بڑا اثر ہے۔ اس کے برعکس اعتدال پسندوں کے قائد آغوس سالم کا خیال تھا کہ ولندیزیوں سے تعاون کر کے قومی مقاصد کو آگے بڑھایا جائے۔ ان دونوں گروہوں میں اختلافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ ڈاکٹر سوکیمان نے ''شرکت اسلام'' سے علیحدہ ہو کر ''پارٹی اسلام انڈونیشیا'' (پی آئی آئی) کے نام سے الگ جماعت بنا لی۔ اس کے بعد ''شرکت اسلام'' میں باہمی اختلافات کے باعث آغوس سالم بھی اس سے علیحدہ ہو گئے اور پے نیدار باریسان (Panejedar Barisan) کے نام سے ایک نئی جماعت بنائی۔ کچھ عرصے کے بعد ''شرکتِ اسلام'' کے نائب صدر کارتو سوویریو کو جماعت سے خارج کر دیا گیا' اور انہوں نے بھی اپنی ایک الگ جماعت ''شرکتِ اسلام کیدوآ'' کے نام سے بنالی۔ اس طرح ''شرکتِ اسلام'' کا شیرازہ منتشر ہو گیا' اور اپنے دور کی یہ سب سے بڑی تنظیم ایک معمولی جماعت بن کر رہ گئی۔ لیکن اسلام سے اہل انڈونیشیا کی وابستگی میں کوئی کمی نہ ہوئی اور ''شرکتِ اسلام'' نے جو اسلامی مقاصد اپنے سامنے رکھے تھے' وہ زیادہ ترقی یافتہ شکل میں ایک عظیم تر اسلامی جماعت ''ماشومی'' کے نصب العین بنے۔

جمعیت المحمدیه:

''شرکتِ اسلام'' کوئی دینی اور مذہبی جماعت نہ تھی' بلکہ ایک اسلامی سیاسی تحریک تھی جو عوام میں سیاسی بیداری اور اسلامی شعور پیدا کر کے آزادی حاصل کرنے اور آزاد اسلامی مملکت میں اسلامی احکام و تعلیمات کو روبہ عمل لانا چاہتی تھی۔ رفتہ رفتہ ''شرکتِ اسلام'' کی سرگرمیوں پر سیاست کا غلبہ ہو گیا۔ اس صورتِ حال میں بعض ممتاز رہنماؤں نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کی تعلیمی' مذہبی' ثقافتی اور معاشرتی ترقی کے لیے ''شرکت اسلام'' کی ایک ذیلی تنظیم قائم کرنا بہت ضروری ہے' تا کہ دین اسلام کے لیے خدمت کا موقع پیدا ہو۔ چنانچہ ''شرکت'' کے ایک ممتاز رہنما اور عالم دین حاجی احمد دحلان نے یہ اہم کام انجام دیا' اور اُن کی قائم کردہ تنظیم ''جمعیت المحمدیہ'' نے انڈونیشیا میں احیائے اسلام کے لیے قابلِ قدر کام کیا۔

حاجی احمد دحلان:

حاجی صاحب اپنے زمانے کے بڑے عالم دین' احیائے اسلام کی تحریک کے علم بردار اور قومی انقلاب کے زعیم تھے۔ وہ 1868ء میں جکارتا کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اُن کا تعلق علماء اور مبلغین کے ایک ممتاز اور دولت مند گھرانے سے تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے دینی مدرسے میں ہوئی اور ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ دینی علوم کی تکمیل کے لیے مکہ معظمہ گئے' جہاں عربی زبان' عربی ادب' قرآن' حدیث' فقہ' تاریخ' فلسفہ اور منطق میں تکمیل کی سند حاصل کی۔ مکہ معظمہ میں وہ بڑے بڑے علماء اور دنیائے اسلام کے زعماء سے متعارف ہوئے' اور اُن کے اثرات قبول کیے۔ مسلمانوں کی ہمہ جہتی اصلاح و ترقی کے لیے کام کرنے کا جذبہ شدید ہو گیا تو حاجی دحلان نے دوسرے اسلامی ممالک کی احیائی تحریکوں اور تجدید پسند رہنماؤں کے افکار و نظریات کا غائر مطالعہ کیا اور انڈونیشیا کے مخصوص حالات و مسائل کے حل کی کچھ واضح تجاویز لے کر وطن واپس آئے۔ چنانچہ وہ ملک کی سیاسی اور تعلیمی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لینے لگے' اور اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے ایک ادارہ ''مدرسۂ محمدیہ'' کے نام سے قائم کیا' جہاں روشن خیال علماء طلبہ کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ صرف کرتے تھے۔ مدرسے کو مستحکم کرنے کے بعد حاجی صاحب نے مسلمانوں کی دینی' معاشرتی اور ثقافتی اصلاح و ترقی کے لیے ''جمعیۃ المحمدیہ'' قائم کی۔

حاجی صاحب نے دینی اصلاح' قومی بیداری اور اشاعتِ تعلیم کی غرض سے تمام ملک کا دورہ کیا۔ عوام میں تعلیم کے فروغ پر بہت زور دیا اور دین کو خرافات سے الگ کر کے اسلامی زندگی اختیار کرنے اور غیر اسلامی اثرات کو ختم کر کے اسلام پر مبنی ثقافت و معاشرت کو فروغ دینے کی ضرورت واضح کیا۔ انہوں نے اس بات پر بہت زور دیا کہ مسلمان براہِ راست قرآن مجید سے ہدایت حاصل کریں۔ وہ کورانہ تقلید کے سخت مخالف اور اجتہاد کے حامی تھے' اور انڈونیشی مسلمانوں کو غیر اسلامی عقائد' قبر پرستی' ہندو برہمنی اور بدھی اثرات سے آزاد کر کے اسلام کی صحیح اور سچی تعلیم سے عوام کو آگاہ کرنا ایک بنیادی فرض تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ''مدارسِ محمدیہ'' کے ذریعے انہوں نے انڈونیشیا میں احیائی تحریک کا جال بچھا دیا۔

احیائی تحریک کے اسباب

انڈونیشیا پر ابتدا ہی سے مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے اثرات پڑتے رہے' اور ہندو عہد حکومت میں ہندو تہذیب اور ہندو مذہب نے عوام کو اس قدر متاثر کیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اہل انڈونیشیا غیر اسلامی اثرات سے پوری طرح نجات حاصل نہ کر سکے۔ انڈونیشیا میں اسلام کی ترویج و اشاعت کرنے میں صوفیوں اور گجراتی مسلمانوں نے بہت اہم حصہ لیا ہے۔ گجراتی مسلمان تو خود بھی ہندوستان میں رہنے کی وجہ سے ہندومت کے اثرات سے بالکل محفوظ نہ تھے۔ صوفیائے کرام نے' جن میں جاوا اور سماترا کے چند مشہور علماء اور مبلغ بھی شامل ہیں' انتہائی رواداری سے کام لیا اور بعض ایسی روایات اور رسوم و رواج سے بھی تعرض نہ کیا جو اسلامی عقائد کے خلاف تھے۔ قدیم اثرات کے تحت انڈونیشی عوام راسخ عقائد کے بجائے تصوف اور طریقت کی طرف زیادہ مائل ہو گئے۔ قرآنی تعلیمات کو تصوف اور طریقت سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ انڈونیشی مسلمان اسلام اور ہندومت کی بنیادی خصوصیات سے نہ تو واقف تھے اور نہ ان میں پوری طرح فرق کر سکتے تھے' اور نہ شریعت اور رواج کے فرق کو محسوس کر سکتے تھے۔ اُن کے نزدیک یہ دونوں چیزیں ضروری تھیں۔ وہ اس بات پر کبھی غور نہ کرتے تھے کہ رواج

شریعت کے خلاف ہے یا اس کے مطابق۔ چنانچہ وہ شریعت کو حکم اور رواج کو عادات و رسوم کہنے اور یہ تصور کرنے لگے کہ حکم وہ ہے جو اللہ کہتا ہے اور رواج وہ ہے جو اللہ روا رکھتا ہے۔ اکثر و بیشتر صوفیاء اور علماء نے اس خیال کو تقویت دی اور اپنے مخصوص انداز میں حکم اور عادات کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی سے تشبیہ دینے لگے۔

بااثر طبقے کے ان خیالات اور عام رجحانات کی وجہ سے انڈونیشیا میں غیر اسلامی اثرات کی جڑیں بہت دور تک پھیل گئی تھیں' اور ولندیزیوں نے اپنے سامراجی مقاصد کے تحت ان اثرات کو مزید پھیلانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ولندیزی محققوں نے انڈونیشیا میں ہندو عہد کی تہذیب کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور مسلمانوں کی تہذیب کو ہندوؤں کی تہذیب سے کمتر ظاہر کیا' تاکہ لوگ قدیم ہندو تہذیب پر فخر کریں۔ ولندیزی حکومت کے علاوہ عیسائی مبلغین نے بھی انڈونیشی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے اور غیر اسلامی اثرات کو فروغ دینے کی پوری کوشش کی اور اُن کی سرگرمیوں نے بھی اسلامی معاشرت و تہذیب پر بہت برا اثر ڈالا۔ انڈونیشی مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی زندگی پر غیر اسلامی اثرات اس قدر بڑھ گئے تھے کہ اس ملک میں خود اسلام خطرے میں پڑ گیا تھا۔ اس خطرے سے محفوظ رہنے کے لیے روشن خیال علماء اور تجدید پسند رہنماؤں نے احیائے اسلام کی تحریک شروع کی۔ جاوا میں اس تحریک کا آغاز جوگجاکارتہ میں ہوا اور ساترا میں مینگ کباؤ اس کا مرکز بنا۔ حاجی عمر سعید نے اسی مقصد سے ''شرکتِ اسلام'' قائم کی تھی اور جب اس جماعت کی سرگرمیوں سے دین خارج اور سیاست غالب آ گئی تو اس مقصد کے لیے ''جمعیۃ المحمدیہ'' قائم کی گئی۔

محمدیہ کا قیام و مقصد

حاجی احمد دحلان نے 18 نومبر 1912ء کو جوگجاکارتہ میں ''جمعیۃ المحمدیہ'' قائم کی۔ اس کے بنیادی مقاصد یہ قرار دیئے گئے:

(1) مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی اصلاح کرنا۔

(2) مسلمانوں کو غیر اسلامی عقائد اور کورانہ تقلید سے آزاد کرنا۔

(3) قرآنی تعلیمات کو اس طرح پیش کرنا کہ وہ موجودہ حالات و مسائل کے حل کرنے میں رہنمائی کریں۔

(4) اسلامی اصولوں کو نظام تعلیم کی اساس بنانا اور تعلیم کی وسیع اشاعت کرنا۔

(5) اسلامی علوم کی تجدید و ترقی کے ساتھ ساتھ جدید علوم و فنون کی بھی تعلیم دینا۔

(6) اسلامی نظام حیات کی تجدید و احیاء کے لیے زندگی کے مختلف شعبوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق درست

(7) مسلمانوں کی معاشرتی' دینی اور تعلیمی اصلاح کے لیے ادارے قائم کرنا۔

(8) مردوں کی طرح عورتوں کو بھی دینی و عصری تعلیم دینا' اور اُن کے حقوق کی حفاظت کرنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے ''جمعیت'' نے تمام ملک میں بکثرت دینی مدرسے اور کتب خانے قائم کیے۔ ملایائی اور جاوی زبان میں قرآن پاک کے تراجم کی وسیع اشاعت کی۔ معاشرتی اصلاح کے ادارے' شفاخانے' یتیم خانے' محتاج خانے اور دوسرے خیراتی ادارے قائم کیے۔ زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے اور اُن کو مفید کاموں پر صَرف کرنے کا انتظام کیا۔ خواتین کے حقوق کی حفاظت کرنے اور ان کو دینی و دنیاوی تعلیم دینے کے لیے ''جمعیت العائشیہ'' کے نام سے ایک ذیلی تنظیم بھی قائم کی گئی' جس نے بہت جلد نمایاں اہمیت حاصل کر لی۔

مدارس محمدیہ

نظامِ تعلیم کی اصلاح اور تعلیم کی وسیع اشاعت ''محمدیہ'' کا ایک اہم اور بنیادی مقصد تھا۔ انڈونیشیا میں دو قسم کے تعلیمی ادارے موجود تھے۔ ولندیزی سکول اور دینی مدرسے۔ سکولوں میں دینی تعلیم نہ دی جاتی تھی اور دینی مدرسے جدید علوم سے بالکل بیگانہ تھے۔

سرکاری سکولوں کے علاوہ عیسائی مشنری اداروں نے بھی جدید طرز کے سکول قائم کر لیے تھے اور اُن کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کے دینی مدرسوں کے مقابلے میں عیسائیوں کے مدرسوں کو دو سو گنا زیادہ رقم بطور سرکاری امداد دی جاتی تھی۔ عیسائی مدرسوں کی سرگرمیاں زیادہ تر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ نظام تعلیم میں ایک بہت بڑی خرابی یہ تھی کہ سکولوں میں دینی تعلیم نہ دی جاتی تھی اور دینی مدرسوں کے تعلیم یافتہ عصری علوم و فنون سے محروم رہ جاتے تھے۔ نظام تعلیم کی اس بنیادی خرابی کو حاجی احمد دحلان نے شدت سے محسوس کیا۔ چنانچہ انہوں نے یہ کوشش کی کہ جدید طرز کے مدارس میں دینی تعلیم بھی دی جائے اور دینی مدارس میں جدید علوم و فنون کی تعلیم کا انتظام بھی کیا جائے۔ نیز اساتذہ کے تربیتی نصاب میں دینیات بھی شامل کر لی جائے۔ لیکن ولندیزی حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا اور آخر کار احمد دحلان نے ''مدارسِ محمدیہ'' کے نام سے ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم و فنون کی تعلیم اعلیٰ معیار اور جدید اصولوں کے مطابق دی جاتی تھی۔ ان مدارس کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہونے لگا اور یہ سارے ملک میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ چند سال کے اندر ''مدارسِ محمدیہ'' انڈونیشیا میں تعلیمی اداروں کا وسیع ترین نظام بن گئے اور ملک کی تعلیمی ترقی میں انہوں نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔

تربیتی ادارے

''مدارس محمدیہ'' میں تعلیم دینے کے لیے تربیت یافتہ اور اساتذہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ''جمعیت المحمدیہ'' نے اساتذہ کی تربیت کے لیے ''مدارس المعلمین'' اور استانیوں کی تربیت کے لیے ''مدارس المعلمات'' قائم کیے۔ ان اداروں میں تربیتی نصاب کی مدت پانچ سال تھی۔ ''مدارس محمدیہ'' میں انہی اداروں کے سند یافتہ مقرر کیے جاتے تھے۔ اشاعتِ میں بھی ''جمعیت'' کا ایک بنیادی مقصد تھا اور اس میں غیر اسلامی رسوم و رواج ختم کرنا بھی شامل تھا۔ اس لیے ''جمعیت'' نے دینی اصلاح و تبلیغ کا کام کرنے والوں کی تربیت کے لیے ''مدارس المبلغین'' اور ''مدارس المبلغات'' بھی قائم کیے۔ ان اداروں میں چھ سال کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والوں کو داخل کیا جاتا تھا اور دین کی اشاعت اور اصلاح معاشرت کا کام کرنے کے لیے تین سال تک تربیت دی جاتی تھی۔

اسلامی یونیورسٹی

ابتدائی' ثانوی اور تربیتی مدارس قائم کرنے کے علاوہ ''جمعیت المحمدیہ'' نے اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کی ضرورت بھی شدت سے محسوس کی' اور ''جمعیت'' کی پچیسویں کانگریس' منعقدہ 1936ء میں ایک کمیٹی مقرر کی' لیکن دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ آخر کار حصولِ آزادی کے بعد جب نئے دور کی عظیم اسلامی جماعت ''ماشومی'' قائم ہوئی تو اُس نے اسلامی یونیورسٹی کے منصوبے کو عملی شکل دی اور 1946ء میں جکارتہ میں اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی۔ اس کے بعد ''جمعیت'' نے مشرقی ساترا کے شہر پاڈانگ پنجانگ میں 1955ء میں دوسری اسلامی یونیورسٹی قائم کی۔

حصولِ آزادی کے بعد ''جمعیت المحمدیہ'' کی تعلیمی و تعمیری سرگرمیاں جاری رہیں' اور حاجی احمد دحلان کے بعد ڈاکٹر ابوحنیفہ اور حاجی امر اللہ کی رہنمائی میں یہ جماعت برابر ترقی کرتی رہی۔ آزادی کے بعد دورِ جدید کی عظیم اسلامی جماعت ''ماشومی'' قائم ہوئی تو ''جمعیۃ المحمدیہ'' اس سے وابستہ ہو گئی اور اس قدر ترقی کی کہ آزاد انڈونیشیا کی سب سے بڑی تعلیمی اور معاشرتی تنظیم بن گئی۔ (جاری ہے)

آپ کی ایک اہم تحریر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے نام موصول ہوئی تھی' مگر رابطہ کے لیے آپ کا پتہ / فون نمبر درج نہ تھا لٰہذا آپ رابطہ فرمائیں۔ (ادارہ)

اسلام میں توبہ کی اہمیت

آمنہ اشفاق

توبہ کی حقیقت

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی حرکات مذمومہ افعال محمودہ میں بدل جائیں۔ دل کے امراض دور ہو جائیں۔ اس کے نتیجے میں اسے رضائے خداوندی حاصل ہو اور وہ عذاب الٰہی سے بچ جائے۔ اس کے لیے اس کا پہلا قدم ''توبہ'' ہے۔

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنے پچھلے تمام گناہوں پر حسرت و ندامت ہو۔ حتیٰ الامکان تمام گناہوں کے تدارک کی فکر میں لگ جائے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا پختہ عزم کرے۔ توبہ کی ابتداء ایسے ہے جیسے دل میں نورِ معرفت پیدا ہو اور اس کی روشنی میں اُسے دکھائی دے کہ گناہ ایک زہر قاتل ہے۔ جو اس کے جسم میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ زہر اُس نے بڑی مقدار میں کھالیا ہے یہاں تک کہ ہلاکت یقینی ہے۔ ہلاکت کے خطرے نے اس کو پریشان اور مضطرب کر دیا ہے۔ اسی طرح گناہ کی مثال زہر کی سی ہے۔ یہی پریشان ہونا' مضطرب رہنا اور ندامت محسوس کرنا ہی درحقیقت توبہ ہے اور اس کی جڑ وہ نور ہے جسے نورِ معرفت کہا جا سکتا ہے یہ وہ مخالفت ہے جو گناہ کے بارے میں جنم لیتی ہے وہ جذبہ ہے جو تمام اعضا کو گناہ وبدی سے باز رہنے پر زور دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی موافقت' متابعت اور عبادت وبندگی پر مجبور کر دیتا ہے۔

امام غزالیؒ نے اس بات کو بڑی اچھی طرح سمجھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں خیر اور شر ملے جلے رہتے ہیں۔ اس میں تقویٰ کے دواعی بھی موجود ہیں اور فسق و فجور کے بھی' بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آپ کو نیکی کی ترغیب دیتی ہیں اور بہت سی وہ ہیں جو آپ میں گناہ کرنے کا داعیہ پیدا کرتی ہیں۔ آپ کا فرض یہ ہے کہ گناہ کے دواعی کو مغلوب کر کے نیکی کے دواعی کو اس پر غالب کر دیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال اس ''سونے'' کی سی ہے' جس میں کھوٹ ملا ہو' ظاہر ہے کہ ایسے سونے سے آپ اس وقت تک کام نہیں لے سکتے جب تک سونے کو کھوٹ سے الگ نہ کر لیں' جس کا واحد ذریعہ آگ کی تپش ہے' یہ آگ کی تپش ہی سونے کو کھوٹ سے جدا کرتی ہے۔ یہ آگ کی تپش ندامت کے آنسو ہیں جو انسان کے دل سے زنگ یا کھوٹ اتارتے ہیں۔

یہ ایک ازلی حقیقت ہے کہ گناہوں سے پاک رہنا تو صرف فرشتوں کا کام ہے اور ساری عمر غرقِ گناہ رہنا اور مخالفتِ حق پر کمر بستہ رہنا شیطان کا پیشہ ہے اور ان دونوں کے بین بین رہتے ہوئے گناہوں کو ترک کرنا اور اپنے گناہوں پر تائب ہو کر اللہ پاک کی طرف خلوصِ دل سے رجوع کرنا آدمؑ اور اولادِ آدمؑ کا شیوہ ہے۔

حضرت آدمؑ کی توبہ پانچ باتوں کی وجہ سے قبول ہوئی اور پانچ باتوں ہی کی وجہ سے شیطان کی توبہ رد کر دی گئی۔

آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کے پانچ اسباب

1۔ آدمؑ نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔
2۔ اس پر شرمندہ ہوئے۔
3۔ جلدی سے توبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔
4۔ اپنے نفس کو ملامت کیا۔
5۔ اللہ پاک کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے۔

شیطان کی توبہ پانچ باتوں کی وجہ سے ردّ کر دی گئی

1۔ گناہ کا اقرار نہ کیا۔
2۔ اپنے فعل پر شرمندہ نہ ہوا۔
3۔ نفس کو ملامت نہ کی۔ (تکبر کرتا رہا)
4۔ توبہ کرنے میں جلدی نہ کی بلکہ اپنے گناہ پر اکڑتا رہا یا اصرار کرتا رہا۔
5۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔

ہمیں بھی سوچنا چاہیے کہ ہمارا طرزِ عمل کیسا ہے کیونکہ گناہِ صغیرہ پر اصرار بھی گناہِ صغیرہ کو گناہِ کبیرہ میں بدل دیتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ' اچھا کام وہی ہے جو نیک ہونے کے علاوہ ہمیشہ کرتے رہیں چاہے وہ معمولی سی نیکی ہی کیوں نہ ہو''۔ اسی طرح گناہ صغیرہ کے تدارک کے لیے ہمیشہ استغفار کرتا رہے۔ اس پر نادم ہو اور عزم کرے کہ اس کو چھوڑنا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ استغفار کرتے رہیں تو کبیرہ گناہ بھی صغیرہ گناہ بن جاتے ہیں اور اگر اصرار کرتے رہیں تو صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''میں ایک دن میں 70 بار توبہ کرتا ہوں''۔ یہاں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ کیا انہیں بھی توبہ کی ضرورت تھی اس کے تین جواب ہیں ایک تو یہ کہ وہ بھی انسان تھے اور انسان سے خطا سرزد ہونا فطری عمل ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اُن کی نظر ترقی پر تھی۔ یعنی جو نیک اعمال کیے ہیں آنے والے وقت میں اُن سے بہتر اعمال کرنے کی خواہش تھی اور یہ احساس بھی تھا کہ اللہ کی ذات نیک اعمال کو قبول کرے کیونکہ انسان کو معلوم نہیں کہ اُس سے کہاں کوتاہی ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

توبہ کے درجے

توبہ کے تین درجے ہیں۔ (ا) پہلا درجہ یہ ہے کہ علم حاصل کیا جائے کہ ہم سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے۔ اس سے ہمیں اور دوسروں کو کیا کیا نقصان ہو سکتا ہے کیونکہ یہ احساس ہی ندامت کو پیدا کرے گا۔ حدیث شریف ہے کہ ((اِنَّمَا التَّوْبَةُ النَّدامة)) ''توبہ ندامت ہی کا نام ہے'' ندامت کی تپش اسی طرح پیدا ہو سکتی ہے جب یہ علم پیدا کیا جائے کہ گناہ کس نوعیت کا ہے صغیرہ ہے یا کبیرہ۔ علم محض رسمی اور لفظی نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایسا علم ہو جو دل میں فکرِ آخرت' خوفِ الٰہی اور گناہ کی لذت سے زیادہ اس کی نفرت پیدا کرے۔ اسی لیے قرآن کریم نے اللہ سے ڈرنے کو علم کی علامت قرار دیا ہے' ارشاد ہے:

''اللہ کے بندوں میں جاننے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں'' (القرآن)

جب تک انسان کو اپنے گناہوں کے بارے میں یہ یقینی علم حاصل نہ ہو کہ وہ ظاہری طور پر کتنے ہی نظر فریب کیوں نہ ہوں' حقیقت میں آگ کے انگارے ہیں' قرآن کریم کی اصطلاح میں انسان عالم نہیں کہلا سکتا اور نہ اس کے بغیر توبہ کی حقیقت حاصل ہو سکتی ہے۔

اس ''علم'' کو پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن و سنت پر غور و فکر کیا جائے اور اپنے گناہوں کے وبال اور عذاب کا استحضار پیدا کیا جائے۔

اس ''علم'' کے بعد توبہ کا دوسرا درجہ ''ندامت'' ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کو کسی ناجائز فعل کے تباہ کن ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے گا تو اگر اس نے ماضی میں وہ ناجائز فعل کیا ہے تو اس کو لازماً اپنے کیے پر ''ندامت'' اور پشیمانی ہو گی۔

اس کے بعد توبہ کا تیسرا درجہ آتا ہے جو نہایت اہم ہے۔ اس میں پختگی کے ساتھ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور نیکیوں میں سبقت لے جانے کا ارادہ کرنا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے ہم اسے تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔

2۔ ماضی میں جو گناہ ہوئے ہیں اگر وہ حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کی حتی المقدور ادائیگی' مثلاً اگر کسی کا مال غصب کیا ہے تو اسے واپس کیا جائے' کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچائی ہے تو اس کے بدلے کے لیے تیار ہو کر اس سے معافی کی درخواست کرنا وغیرہ۔

اگر وہ گناہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہو تو جن گناہوں کا قضا یا کفارہ سے تدارک ممکن ہو' ان کا اسی طرح تدارک کرنا' مثلاً اگر نمازیں یا روزے چھوڑ دیے ہیں تو ان کی قضا کی جائے' یا اگر قسم کھا کر توڑی ہے تو اس کا کفارہ ادا کیا جائے اور اگر گناہ ایسا ہے کہ شریعت میں قضاء یا کفارہ کے ذریعہ اس کا تدارک ممکن نہیں ہے تو اللہ پاک سے عاجزی کے ساتھ استغفار کیا جائے۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ شخص جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو''۔

توبہ کا دروازہ ہر شخص کے لیے اس وقت تک کھلا ہوا ہے جب تک نزاع کی کیفیت اس پر طاری نہیں ہو جاتی۔ اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے کوشش کرنی چاہیے اپنی زندگی ہی میں دوسروں کے جو حقوق واجب الادا ہیں وہ ادا کر دیے جائیں کیونکہ آخرت میں اُن حقوق کا بدلہ دینا آسان نہ ہوگا۔

3۔ اس احساس کو غالب رکھا جائے کہ یوم حساب کے دن اعمال کو تولا جائے گا۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو سکے نیکیوں کی طرف سبقت کی جائے کیونکہ پیارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''نیکی گناہ کو کھا جاتی ہے اگر تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو نیکی کر لیا کرو''۔ ویسے بھی اللہ پاک کی رحمت کو آپ اس بات سے محسوس کر سکتے ہیں کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے اور بدی کا گناہ ایک دفعہ ہی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ اپنے بندوں کے لیے فرماتا ہے کہ:

''جس نے توبہ کی' پھر ایمان لایا' پھر صالح اعمال کیے تو اللہ اُس کے سابقہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا''۔

(سورۃ الفرقان)

توبہ کیوں کرنی چاہیے

اللہ اپنے بندوں کو امید دلاتا ہے اور خیر کی طرف بلاتا ہے اور شیطان انسانوں کو مایوس کرتا ہے اور بُرائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ یہ اب آپ پر ہے کہ آپ کون سی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين)

❁ ❁ ❁

دعوت فکر

آزادی یا غلامی

تحریر: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ' امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور

الحمدللہ کہ باری تعالیٰ نے ہمیں یعنی برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی خصوصی تائید و توفیق سے ہندوؤں اور انگریزوں سے' غیر ملکی استعمار سے اور مقامی غیر مسلموں سے 58 سال پہلے آزادی دلائی۔ تاریخ سے شوق رکھنے والے دوست/احباب جانتے ہیں کہ یہ کام تائیدِ ایزدی کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ تاریخی شواہد اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ شب قدر کو ملنے والی یہ آزادی ہمارے رب کی طرف سے ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کے مستجاب ہونے کی دلیل تھی۔ لیکن آج نصف صدی سے زائد طویل اس سفر کے بعد ہمیں معروضی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم واقعی آزاد ہیں یا غلامی کا ایک نیا اور انوکھا طوق ہم نے اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا ارشاد تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ ہمارا آئین آج سے چودہ سو سال پہلے تشکیل پا چکا اور وہ قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا وہ ایسا ملک تھا جہاں کے رہنے والے دنیا کے سامنے اس اسلام کا نمونہ پیش کریں گے جو محمد عربی ﷺ کا اسلام ہو گا۔ خلفائے راشدین کا اسلام ہوگا اور دور ملوکیت میں جو دھبے اور داغ اسلام کے نظام عدل و قسط پر پڑ گئے ہیں انہیں دور کر کے دنیا کے سامنے اللہ کی حاکمیت کے نظام کا ایک جیتا جاگتا نمونہ پیش کریں۔

اس کے باوجود کہ آج کے دور کے جدید روشن خیال مورخ ہمیں نظریۂ پاکستان کی ایسی تشریح سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جس سے پاکستان ہی کی نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کی بھی سرے سے نفی کی جا رہی ہے۔ اور ہمیں اپنا نظریاتی رشتہ موہنجوداڑو اور ٹیکسلا کے کھنڈرات سے جوڑنے اور راجہ داہر سے رشتہ داری نکالنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اس ملک کی اکثریت الحمدللہ مسلمان ہے اور ابھی ذہن سے یہ نعرہ نکلا نہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

پاکستان بننے کے فوراً بعد ہی بلکہ اس کی تخلیق ہی میں مغربی استعمار نے ایسے وائرس گھسا دیے تھے کہ ہمارے مقتدر طبقوں نے اس ملک کے رہنے والوں کو دوبارہ ایک ان دیکھی غلامی کے بندھن میں باندھنا شروع کر دیا تھا۔ مگر جو چیز پہلے ڈھکے چھپے انداز میں تھی آہستہ آہستہ عیاں ہوتی گئی اور اب یہ process اتنا تیز ہو گیا ہے کہ اب ہر اندھے اور ان پڑھ کو بھی نظر آ رہا ہے کہ ہماری آزادی ایک سراب ہے۔ اور ہم پہلے سے زیادہ گاڑھی غلامی میں جکڑے جا چکے ہیں۔

اہل نظر شروع دن ہی سے اس neo colonialism کے خلاف آواز بلند کرتے رہے اور چیختے چلاتے رہے کہ ہمیں غلام بنایا جا رہا ہے۔ ہماری آزادی کو قرضوں کی زنجیروں میں جکڑا جا رہا ہے۔ ہم نئے ساہوکاروں کے پھندے میں آ گئے ہیں مگر اس آواز کو رجعت پسندی اور ملائیت کا نام دیا گیا۔ اب نوبت یہ آ گئی ہے کہ بات صرف معیشت کی نہیں رہی بلکہ ہمارے نظریہ کی۔ ہمارے ایمان و یقین کی۔ ہمارے دین کی اور ہمارے زندہ رہنے کی واحد وجہ پر آ کر ختم ہوتی نظر آ رہی ہے کیونکہ مسلمان کی زندگی کا تو ایک ہی مقصد ہے۔

میری زندگی کا مقصد ترے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اس سارے عمل کے لئے، اپنی اس حالت کے لئے، اور اس بے بسی کے لئے ہم صرف اہل اقتدار کو مطعون نہیں کر سکتے۔ اس میں ہماری کوتاہیوں' غلطیوں اور گناہوں کا بھی دخل ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ اللہ سے کیے گئے وعدہ کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا جو وعدہ ہمارے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے ہم نے بھلا دیا اور پاکستان بننے کے بعد ہم دنیا سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں بیان کردہ سنت کے مطابق ہمارے دل میں نفاق پیدا کر دیا ہے۔ آج ہمارا طرزِ عمل اسی نفاق پر مبنی ہے۔ ہماری گفتگو میں منافقت' ہمارے لین دین میں منافقت' ہمارے آئین میں منافقت حتیٰ کہ ہم اپنے دین کے ساتھ بھی اسی منافقت پر عمل پیرا ہیں۔ ہم اللہ کو دکھانے کے لئے نماز روزہ کرتے ہیں مگر اس دین کو جس کو ہم ایک مکمل ضابطہ حیات مانتے ہیں۔ اپنی زندگیوں میں داخل کرنے کو تیار نہیں۔ ہم عشق رسول کے بڑے بڑے دعوے تو کرتے ہیں۔ بڑے جوش و خروش سے یوم میلاد مناتے ہیں مگر رسول عربی ﷺ کے طریقوں کو/ان کی سنت کو اپنے اوپر نافذ کرنے کو تیار نہیں۔ یہ فرقہ پرستی اور گروہ بندی کا

فساد ہمارے اس نفاق ہی کا نتیجہ ہے۔

پہلے ڈھکے چھپے لفظوں میں sugar coated لیکچرز کے ذریعے ہمیں ہمارے دین سے برگشتہ کیا جاتا تھا اور یہ کام کرنے والے اپنوں سے زیادہ غیر ہوتے تھے۔ اب ہمارے اندر سے روشن خیال اور موڈریٹ مسلمان دریافت کر لئے گئے ہیں جو ہمیں نیا دین الٰہی سکھا رہے ہیں۔ ہمیں enlightened moderation کی تعلیم دے رہے ہیں۔ عریانی' فحاشی' اور بے ہودگی کو ایک نئی معراج پر پہنچا دیا گیا ہے۔ بسنت کا دن اور ویلنٹائن ڈے سرکاری سطح پر منائے جاتے ہیں۔ پہلے social engineering کے لیکچرز دیئے جاتے تھے۔ اب اسلام کو re-engineer کیا جا رہا ہے۔ مخلوط میراتھن ریس کا زمانہ پاکستان میں آ گیا ہے اور پاکستانیوں کو آنکھیں بند کرنے کی نصیحت کی جا رہی ہے۔ جمعہ کی مخلوط نماز کی امامت ایک خاتون سے امریکہ کے ایک چرچ میں کروائی جاتی ہے اور اس کی تشہیر پوری دنیا میں الیکٹرانک میڈیا پر کی جاتی ہے مگر کسی چرچ میں خاتون پادری مقرر نہیں کیا جاتا۔ آج تک کسی خاتون کو کارڈینل کا درجہ نہیں دیا گیا البتہ ہمیں اپنے دین میں اجتہاد کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

آغا خان بورڈ کے حوالے سے صریحاً بے حیائی پر مبنی ایک سوالنامہ ہمارے طلباء اور طالبات سے پاکستان میں حل کروایا جا رہا ہے اور چند مخصوص تعلیمی اداروں کے سٹوڈنٹس کو ایک مغربی ملک میں لے جا کر وہاں ہم جنس پرستی اور same sex marriage کے موضوع کے حق میں ان سے تقریریں کروا کر ان کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں انعامات سے نوازا جا رہا ہے۔ دراصل یہ ہمیں اپنی نئی نسل سے لڑانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ہمارا وہ معاشرہ جو دین کے بچے کھچے ڈھانچے پر کھڑا ہے۔ جو ہمارا خاندانی نظام ہے اسے بالکل ہمارے اپنے ہی ہاتھوں ہمارے اندر سے اس کی توڑ پھوڑ کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک نئی جنگ ہے اور اس جنگ کو war within Islam کا نام دیا گیا ہے۔ یہ جنگ جو سیکولرازم اور اسلام کی جنگ تھی۔ دو تہذیبوں کی جنگ تھی اس جنگ کو اب اس ملک میں اس طرح داخل کر دیا گیا ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں بس نام کی مسلمان رہ جائیں جیسے Central Asian States میں ہیں یا چند مشرقی یورپی ملکوں میں۔

میرے بھائیو۔ اب یہ غلامی ڈھکی چھپی نہیں رہی۔ اب یہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہمیں غلام بنا لیا گیا ہے۔ ہمیں بہترین نوکریوں کا لالچ دے کر ہم سے بیگار لی جا رہی ہے۔ ایک نئے سودی مالیاتی نظام میں اس طرح جکڑا جا رہا ہے کہ ہماری آنے والی کئی نسلیں سود در سود کے نظام میں جدی پشتی غلامی اختیار کر لیں گے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اندرونی خلفشار کے بھنور اور بیرونی سازشوں کے طوفان میں پاکستان کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کا واحد طریقہ عوام کی اجتماعی توبہ اور تجدید عہد ہے۔ اللہ سے کئے گئے وعدہ کی تجدید۔ کہ پاکستان کی بقاء اور استحکام اور ملک میں قومی یکجہتی کی بحالی دوسرے تمام عوامل سے بڑھ کر اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ پر منحصر ہے۔ اس اجتماعی توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت لازماً ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے ﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (آل عمران:160) آج کی دنیا بہت complex ہے اور ہمارے ارد گرد سازشوں کے جال بن دیئے گئے ہیں اس پیچیدہ صورتحال سے ہم اللہ کی تائید ونصرت کے بغیر نکل نہیں سکتے۔ ان سازشوں کا ہم اپنے بل بوتے پر تن تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ہم اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیں تو اللہ اپنے خاص فضل سے ہماری مدد فرمائیں گے، اور وہ فرشتے بھی اتریں گے جس کا وعدہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے۔ آئیں ہم سب مل کر وعدہ کریں کہ اللہ کی دی ہوئی اس نعمت' اس ملک' اس پاک سرزمین میں اللہ کا دیا ہوا نظام' وہی نظام جس کو غالب کرنے کے لئے خاتم الانبیاء رسول عربی محمد مصطفی ﷺ کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور وہ اپنی 23 سالہ نبوی زندگی میں اس کا نمونہ پیش کر کے اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور وہ نظام جس کو خلفائے راشدین نے اوج ثریا پر پہنچا کر رہتی دنیا تک کے لئے شہادت دے دی اور ایک مثالی سوشل ویلفیر سٹیٹ قائم کر کے دکھا دی۔ اسی نظام کو اس ملک میں جاری وساری کرنے کے لئے مل جل کر ایک مربوط منظم جماعت میں شامل ہو کر اس کے لئے جدوجہد کریں۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس جدوجہد میں میرا اور آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔ آئیں اللہ کی غلامی اختیار کریں کیونکہ

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

❁❁❁

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے
قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات
فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

”تفسیر المنار“ کے فاضل مُفسّرِ قرآن، مفتی محمد عبدہٗ کے شاگردِ رشید

علامہ رشید رضا

روزنامہ ”سیاست“ حیدر آباد دکن کے مدیر ڈاکٹر احسن الدین صاحب کا معلومات افروز مضمون۔ صاحبِ موصوف ”تنظیم اسلامی“ کے بانی صدر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دیرینہ ہم خیال و ہم مزاج ہیں۔ بانیٔ تنظیم کے حالیہ دورۂ بھارت کے دوران ڈاکٹر احسن الدین نے ڈاکٹر اسرار احمد کے اعزاز میں ایک خصوصی تقریب کا اہتمام بھی کیا تھا۔

6اپریل 1912ء کو لکھنو کے اسٹیشن پر مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع جس میں علماء طلباء اور روٴسا غرض یہ کہ ہر طبقہ کے اصحاب تھے۔ نو بجے پنجاب میل پہنچا تو پورا اسٹیشن اہلاً و سہلاً مرحبا کے نعروں سے گونج اٹھا۔ راجہ صاحب محمود آباد نے اپنی گاڑی ان کی سواری کے لئے بھیجی تھی۔ اس پر بیٹھ کر وہ شہر روانہ ہوئے لیکن مسلمانوں کا جوش اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آدھی دور کے بعد گھوڑے کھول دیئے اور خود گاڑی کو کھینچتے ہوئے سید ممتاز حسین بیرسٹر کی کوٹھی پر لائے جہاں سید صاحب موصوف کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

یہ سید صاحب تھے شیخ رشید رضا مصری جو مایہ ناز عالم اور جمال الدین افغانی کے رفیق محمد عبدہ کے شاگرد رشید تھے۔ وہ شبلی نعمانی کی دعوت پر آئے تھے اور ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ کی صدارت کی تھی۔

شیخ رشید رضا 1865ء میں شام کے ضلع طرابلس میں کوہ لبنان کے پاس بحرۂ روم کے کنارے قلمون نامی گاؤں میں پیدا ہوئے قلمون طرابلس سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے اس گاؤں میں بڑی آبادی سادات کی تھی۔ رشید رضا ایک قدیم عرب خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ ان کے والد ایک جید عالم تھے جنہیں لوگ عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ اس علاقہ کے مسلمانوں کے دینی رہنما تھے۔ ان کو اپنی اولاد کی تربیت کا بڑا خیال تھا اور اس لحاظ سے سخت تھے۔ بچوں پر ان کا بڑا رعب تھا۔ رشید رضا بچپن سے ذہین اور سنجیدہ تھے۔ علماء کرام کی صحبت کو پسند کرتے تھے۔ ان کی یادداشت کمزور تھی لیکن وہ فوراً بات کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے۔ پہلے مقامی مکتب میں قرآن مجید ناظرہ پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔ پھر طرابلس کے رشدیہ اسکول میں داخل لیا جہاں ذریعہ تعلیم ترکی تھا اور صرف و نحو، ریاضی، جغرافیہ اور دینیات کی تعلیم کا انتظام تھا۔ رشید رضا نے ایک سال گزار کر اس مدرسہ کو خیر باد کہہ دیا اور مدرسہ اسلامیہ طرابلس میں داخلہ لیا۔

لبنان میں اہل سنت، شیعہ (علوی) اور عیسائی آباد تھے۔ انیسویں صدی سے قبل یہ سب مل جل کر رہتے تھے۔ کبھی کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا۔ ویسے ہی جیسے ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے پہلے یا حیدر آباد میں سقوط حیدر آباد سے پہلے۔ رشید رضا نے اپنے بچپن میں اس خوشگوار ماحول کو دیکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لبنان کے عیسائی ادیبوں سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔ اسی طرح شیعہ فرقہ کے ادیبوں مثلاً شکیب ارسلان سے ان کے علمی روابط نہایت مستحکم تھے۔ خود شکیب ارسلان بھی رشید رضا کو اپنا عزیز دوست سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے رشید رضا کی سوانح عمری لکھی۔ سامراجی اثرات کے تحت تینوں فرقوں کے باہمی تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے۔

فرانسیسی سامراج نے اپنی سیاسی مصلحت کے تحت ملک شام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ساحلی علاقہ جس میں طرابلس اور بیروت شامل تھے لبنان کہلایا اور بقیہ حصہ سوریا۔

فرانسیسی سامراج کے بڑھتے ہوئے اقدامات اپنا رنگ لا رہے تھے جن کو رشید رضا کے حساس ذہن نے محسوس کیا۔ اپنے علاقہ کے لوگوں کی غربت، جہالت اور مایوسی کو دیکھ کر رشید رضا بے اطمینانی کا شکار رہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کا وطن زرخیز بھی ہے اور تاریخی اعتبار سے مردم خیز بھی رہا ہے۔ انہوں نے محسوس کیا ”المدرسۃ الوطنیۃ الاسلامیہ“ میں ان کو جو تعلیم دی جارہی تھی اس کا کوئی تعلق اس ماحول سے نہیں جس سے ان کا ملک دوچار تھا۔ اسلام کے نام پر جن نام نہاد علوم کو نوجوانوں کے دماغوں میں ٹھونسا جارہا تھا ان میں نوجوان رشید رضا کو نہ تو کوئی زندگی دکھائی دی اور نہ مستقبل کے لئے کوئی روشنی۔

رشید رضا کے قدم سیاسی اور علمی میدان میں آہستہ آہستہ بڑھتے گئے۔ ان کی توجہ طرابلس سے آگے جانے لگی۔ اپنے ضلع کے ماحول سے نکل کر ان کی توجہ وطن کے پھر عالم اسلام کے حالات پر ہونے لگی۔

اس زمانہ میں لوگ عام طور پر سیاسی مسائل پر اظہار رائے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ ایک موقع پر رشید رضا نے طرابلس کے ایک عہدہ دار مصطفی ذہبی سے گفتگو کے دوران اس خیال کا برملا اظہار کیا کہ سلطنت عثمانیہ کی کمزوری کا اصل سبب یہ ہے کہ علماء سیاست سے اور سیاستدان علم دین سے بے بہرہ ہیں۔ ان خیالات کے اظہار سے قلمون کے علمی حلقوں میں حرکت پیدا ہوئی اور خود ان کو شہرت حاصل ہوئی۔

طرابلس کا حاکم حسن پاشا وزیر اعظم کا بیٹا تھا۔ اس نے دو علماء کے درمیان کسی موضوع پر مصالحت کروانے کے لئے ایک نشست کا انتظام کیا تو اس میں رشید رضا کو اظہار خیال کا موقع دیا۔ انہوں نے بے باکی سے سلطنت کی خامیوں اور کوتاہیوں کو بیان کیا۔ حسن پاشا نے ان کی بے لاگ اور دانشمندانہ باتوں کو پسند کیا اور انہیں اصلاح تعلیم کی کمیٹی کا اعزازی رکن نامزد کیا۔

ان ہی دنوں مصر میں ایک زبردست اصلاحی تحریک شروع ہوئی تھی جس کا مقصد اسلام اور عربیت کا احیاء اور استحکام تھا۔ رشید رضا اس تحریک کے علم برداروں جمال الدین افغانی (1839ء۔ 1897ء) اور شیخ محمد عبدہ (1849ء۔1905ء) سے متاثر ہوئے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے ملک کے لئے جس اصلاح کے آرزومند ہیں مصر کے رہنما بھی اسی اصلاح کے لئے کوشاں ہیں۔ برطانوی استعمار کے خلاف مستحکم مہم چلانے کا فیصلہ کیا۔ جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کا اس تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ پیرس سے ایک عربی رسالہ جاری کیا جائے چنانچہ دونوں کی مشترکہ کوشش سے العروۃ الوثقیٰ جاری ہوا۔

رشید رضا کو اس رسالے کے شمارے 1886ء میں ملے۔ ان رسالوں کے مطالعہ نے ان کے دل کی دنیا ہی بدل دی۔ ان کا تاثر تھا کہ اس سے پہلے عربی زبان میں ایسا اثر آفریں ادب کہیں نظر نہیں آیا۔ غرض عروۃ الوثقیٰ نے رشید رضا کے ذہنی افق کو وسعتیں عطا کیں۔ محمد عبدہ بیوت پہنچے اور مدرسہ سلطانیہ میں مامور ہوئے۔ وہ العروۃ الوثقیٰ کے جلاوطن مدیر تھے۔ جب وہ مدرسہ خاتونیہ کے استاد شیخ عبداللہ برکہ ازہری سے ملنے طرابلس آئے تو رشید رضا کو ان سے ملاقات کا موقع ملا۔ دوسری مرتبہ رشید رضا نے شیخ عبدہ سے 1894ء میں ملاقات کی۔

رشید رضا جمال الدین افغانی سے بھی ربط پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کو ایک خط بھی لکھا جب کہ وہ قسطنطنیہ میں تھے لیکن ملاقات کا موقع نہ ملا۔

العروۃ الوثقیٰ کے بند ہو جانے کے بعد جمال الدین

افغانی اور شیخ محمد عبدہ کی راہیں الگ ہوگئیں۔ افغانی کا خیال تھا کہ ملت کی اصلاح سیاسی راہ ہی سے ہوسکتی ہے۔ شیخ محمد عبدہ کا کہنا تھا کہ اصلاح صرف اور صرف صحیح اسلامی تعلیم و تربیت ہی سے ہوسکتی ہے۔ رشید رضا نے ان دو نقطہ ہائے نظر میں مطابقت پیدا کر کے ایک درمیانی راہ نکالی۔ 1897ء میں جمال الدین افغانی کا انتقال ہوا تو رشید رضا کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مصر ہجرت کر جائیں اور محمد عبدہ کی رفاقت میں کام کریں۔ مگر سیاسی فضا کی وجہ سے یہ سفر احتیاط کا متقاضی تھا۔ جنوری 1898ء میں وہ قاہرہ پہنچے اور شیخ محمد عبدہ سے ملاقات کی اور ان کو بتلایا کہ ان کا مقصد ایک اصلاحی مجلہ جاری کرنا ہے۔ محمد عبدہ کو پس و پیش تھا۔ ان کو اس منصوبہ کی اہمیت کا قائل کرنا آسان نہ تھا۔ لیکن رشید رضا نے اس مہم کو سر کر لیا۔ مجوزہ رسالہ کے لئے کئی نام پیش کئے۔ محمد عبدہ نے ''المنار'' نام پسند کیا۔

مصر میں صحافت کی تاریخ میں وہ زمانہ غیر معمولی تھا۔ وطن پرستوں نے کئی رسالے جاری کئے رکھے تھے۔ دوسری طرف برطانوی استعمار نے بھی اپنے کارندوں کو سہولتیں فراہم کر دیں اور انہوں نے بھی رسالے جاری کئے۔ ایسے ماحول میں اگر رشید رضا چاہتے تو ان کو ان کی تحریرات کا کافی معاوضہ مل سکتا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں المنار کے لئے وقف کر دیں۔ المنار کا پہلا شمارہ 17 مارچ 1898ء کو منظر عام پر آیا۔ (27 مارچ 1898ء کو سر سید کا انتقال ہوا)

المنار کے ہر شمارہ میں اہل تصوف پر تنقید ہوتی تھی۔ اس کو بنیاد بنا کر رشید رضا کی مخالفت شروع ہوئی۔ سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم ابوالہدیٰ صیادی اس مخالفت میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے اول اول تو مکر و فریب سے کام لے کر رشید رضا کی تعریف و توصیف کی اور ان کو علمی منصب کی پیشکش کی۔ رشید رضا نے یہ کہہ کر اس کو ٹھکرا دیا کہ ہم المنار کے ذریعہ عالم عرب اور اسلام کی خدمت کا کسی دوسری چیز کو بدل نہیں سمجھتے۔ اس پر خداوندان اقتدار نے سخت مخالفت شروع کی۔ اور ان کا جور و ستم انتہا کو پہنچ گیا۔ بیروت اور طرابلس کے حاکم ہر دو سلطنت عثمانیہ کے پُر زور حامی تھے۔ اس مخالفت سے عوام سخت مرعوب ہوگئے اور قیمتی لٹریچر کو خود ہی نذر آتش کرنے لگے۔ المنار کی اشاعت گھٹتے گھٹتے تین چار سو تک رہ گئی۔ رشید رضا نے مجبوراً اسے ہفتہ وار سے ماہانہ کر دیا۔ تیسرے سال اصلاحی مضامین کے ساتھ محمد عبدہ کی تفسیر قرآن کو شامل کیا۔ اس کے نتیجہ میں پانچویں سال سے اشاعت بڑھنے لگی۔ 1905ء تک المنار عالم اسلام کا صف اول کا رسالہ بن گیا۔ انہوں نے المنار کو 37 سال تک جاری رکھا اپنے مضامین میں اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کے ذہن سے دین کا غلط تصور نکال دیں۔ اس عام اعتقاد کی سخت مخالفت کی کہ دین کے کچھ اسرار ہیں جو اخلاق و اعمال کی پابندی کے بغیر بھی فتح و نصرت کے ضامن ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ فلاح دارین قرآن حکیم کے احکام کی پابندی پر منحصر ہے۔

شاگرد رشید کی مصر منتقلی سے امام محمد عبدہ کی وفات تک سات سال کی مدت یعنی 1897ء سے 1905ء تک اصلاحی جدوجہد کی بنیاد رکھنے میں گزر گئے۔ اس اصلاحی تحریک کی خوش قسمتی کہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود شاگرد اور استاد میں کوئی تفریق پیدا نہیں ہوئی۔ رشید رضا جب بھی عثمانیوں کے خلاف کچھ لکھتے تو استاد اعتدال کا مشورہ دیتے۔ رشید رضا نے مصر پہنچتے ہی اپنے استاد شیخ عبدہ سے درخواست کی تھی کہ آپ کے طرز اور اسلوب پر قرآن مجید کی تفسیر کی ضرورت ہے۔ آپ اس کو پورا کریں۔ وہ برابر اصرار کرتے رہے اور سوا سال بعد استاد محترم کو قائل کر کے رہے۔ چنانچہ جامعہ ازہر میں درس قرآن کا سلسلہ مئی 1899ء کو شروع ہوا اور شیخ محمد عبدہ کی وفات سے چند ماہ قبل تک جاری رہا۔ شاگرد رشید جو سب سے زیادہ درس سے مستفید ہوتے اہم نکات لکھ لیتے اور درس کی یادداشتیں مرتب کر کے شیخ محمد عبدہ کو دکھاتے پھر المنار میں یہ درس قسط وار شائع ہوتے۔ محمد عبدہ کے انتقال کے بعد اس تفسیر کا سلسلہ رشید رضا نے جاری رکھا اور خود ان کے انتقال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

محمد عبدہ خود بھی سیاست سے الگ رہتے تھے اور اپنے شاگرد رشید کو بھی علیحدہ رکھنا چاہتے تھے۔ محمد عبدہ کے انتقال کے بعد رشید رضا قوم کی آگ میں کود پڑے اور حکومت کے خلاف سخت رویہ اختیار کیا۔ مصر میں مقیم نوجوان ترکوں نے ایک تنظیم قائم کی تو رشید رضا کو اس کا صدر منتخب کیا۔ رشید رضا ترک عرب اتحاد کے علمبردار تھے کیونکہ یہی دولت عثمانیہ کے استحکام کا ضامن تھا۔ خلیفہ عبدالحمید کے خلاف یورپ میں انجمن اتحاد و ترقی قائم ہوئی تو رشید رضا نے ہر دو تنظیموں کے بنیادی مقاصد ایک ہونے کے باوجود دونوں تنظیموں کے انضمام کی تجویز کو قبول نہیں کیا کیونکہ وہ محسوس کرنے لگے تھے کہ نوجوان ترک عربوں کی مخالفت کرتے تھے اور ترک قومیت کے نہ صرف علمبردار تھے بلکہ عربوں کے خلاف ان کا رویہ غرور و تکبر کا تھا۔

رشید رضا حقیقت حال معلوم کرنے خود آستانہ گئے تو ان کے خیال کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ مخالف عناصر کی موجودگی میں انجمن اتحاد و ترقی کا یہ رویہ حد درجہ افسوسناک تھا۔ رشید رضا نے مشرقی مسئلہ پر المنار میں اثر انگیز مضامین لکھے اور دولت یورپ کے ناپاک ارادوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد کثیر الاقوام دولت عثمانیہ کے علاقوں کو آپس میں بانٹ لینے کی سازش کے تحت دولت یورپ کے درمیان دوران جنگ ہی ایک خفیہ معاہدہ ہوا۔ روس کے اتفاق سے برطانیہ اور فرانس کے درمیان مئی 1916ء میں یہ معاہدہ ہوا۔ برطانیہ کی جانب سے سر مارک سائیکس (Sir Mark Sykes) اور فرانس کی جانب سے جارج پیکو (George Pico) نے اس پر دستخط کئے۔ شریف حسین اس سازش سے بے خبر انگریزوں کی حمایت اور دولت عثمانیہ سے غداری کر رہے تھے۔ مگر رشید رضا کو برطانیہ اور فرانس کے خطرناک ارادوں کا پورا اندازہ تھا۔ انہوں نے انگلستان اور فرانس کے وزرائے اعظم کے نام مکتوب لکھے جن میں صاف صاف کہہ دیا تھا کہ عربوں کے خلاف سازش نہ کریں اور سائیکس پیکو معاہدہ سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کر دیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اکتوبر 1919ء میں جارج پیکو بیروت آیا اور رشید رضا سے ملاقات کی خواہش کی۔

رشید رضا نے کہا کہ عرب ملکوں کی آپس میں تقسیم انگلستان اور فرانس دونوں ملکوں کے لئے مناسب نہیں کیونکہ عرب بہت جلد خواب غفلت سے بیدار ہوں گے۔ جب پیکو نے اس خیال کا اظہار کیا کہ شام کی تقسیم ناگزیر ہے تو رشید رضا کو استعماری منصوبوں کا اندازہ ہوگیا۔ اس کے بعد جلد ہی برطانوی فوجوں نے شام کے ساحلی علاقہ کو تخلیہ کر دیا اور ان کی جگہ فرانسیسی فوجیں آگئیں۔ اب عربوں کے ساتھ انگریزوں کی غداری پوری طرح ظاہر ہوگئی۔

اس عرصہ میں صیہونیت (Zionism) زور پکڑ رہی تھی۔ رشید رضا نے المنار میں صیہونی عزائم اور انگریزوں کے ساتھ ان کے باہمی عہد و پیمان کے تعلق سے اثر انگیز مضامین لکھے۔ 1921ء میں شام پر فرانس کے قبضہ کے خلاف آواز بلند کرنے جنیوا گئے۔

عرب قائدین سے ملاقاتیں رشید رضا کی عملی زندگی کا ایک جز تھیں۔ ولی عہد سعود و عبدالعزیز کو خدا حافظ کہنے سوئز گئے۔ ان سے طویل گفتگو کی اور قیمتی مشورے دیئے۔ موٹر میں قاہرہ واپس ہو رہے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ دوران سفر ہی انتقال ہو گیا (22 اگست 1935ء) اپنے 37 سالہ دور میں المنار کے مضامین خاص طور پر رشید رضا کے اداریئے ذہنی اور سیاسی اصلاح کے سلسلہ میں دستاویزی اہمیت کے حامل ہیں۔

علامہ رشید رضا نے کئی کتابیں اور بے شمار مضامین لکھے جو ہزاروں صفحات کا احاطہ کرتے ہیں لیکن ان کی زندگی کا اہم کارنامہ تفسیر المنار ہے جو مفسرین میں ان کو بلند مقام عطا کرتا ہے۔ علمائے سلف کے علاوہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اثرات زیادہ نظر آتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

سہ روزہ تربیتی و دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کے مختلف اسرہ جات کے زیر اہتمام ہر ماہ ایک سہ روزہ تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس بار یہ پروگرام حلقہ بہاولپور کے ذمہ تھا لہٰذا مسجد صدیق اکبرؓ شادمان کالونی میں یہ پروگرام 15 تا 17 اپریل منعقد ہوا۔ تنظیم کے ناظم تربیت اس مسجد میں خطاب جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔ 30 سے 35 افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز خطاب جمعہ سے ہوا۔ نماز عصر کے بعد ناظم پروگرام جناب ذوالفقار علی صاحب نے پروگرام کے مقصد و اہمیت کو واضح کیا۔ اس کے بعد قریبی علاقے میں مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر مغرب کے درس قرآن کی دعوت دی گئی۔ نماز مغرب کے بعد ایمانیات پر درس دیا گیا۔ نماز عشاء کے بعد ارکانِ اسلام والی حدیث کا درس ہوا۔ اگلے دن صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ نماز ظہر کے بعد ایک مختصر حدیث بیان کی گئی۔ نماز عصر کے بعد دعوت دی گئی۔ نماز مغرب کے بعد درس قرآن ہوا۔ نماز عشاء کے بعد درس حدیث ہوا۔ اگلے دن صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن اور اختتامی کلمات کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: سجاد سرور)

تنظیم اسلامی وسطی لاہور کا نصف روزہ ماہانہ تربیتی و دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی وسطی لاہور کا ماہانہ نصف روزہ تربیتی و دعوتی پروگرام مورخہ 17 اپریل 2005 بروز اتوار صبح ساڑھے نو بجے بمقام 37 حق سٹریٹ اُردو بازار میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کی قیادت امیر تنظیم اسلامی وسطی جناب مجیب الرحمٰن صاحب نے کی۔ اولین مقرر و مدرس جناب شکیل احمد صاحب نے سورۃ تغابن کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ بعد ازاں موصوف نے سورۃ مبارکہ کا بامحاورہ ترجمہ و تشریح کی مقرر ثانی جناب خالد مختار صاحب نے ''مروجہ جشن ربیع الاوّل محبت کے آئنہ میں'' مدلل و مفصل گفتگو کی تاریخی و واقعاتی حوالا جات سے تاریخ بعثتِ رسول کریم ﷺ پر روشنی ڈالی۔ آپ ﷺ کے یوم ولادت پر جشن عید میلاد النبی ﷺ کی بدعت کے آغاز کا تاریخی پس منظر پیش کیا۔ نقیب امجد صاحب نے اپنی سلسلہ وار گفتگو طہارت کو مزید آگے بڑھایا۔ سید فرخ حسین بخاری صاحب نے ''بندۂ مومن'' کے بنیادی اوصاف کے موضوع پر سورۃ المومنون کی روشنی میں گفتگو کی۔ مبارک گلزار صاحب نے کتابچہ ''تعارف تنظیم اسلامی'' طبع شدہ دفعات کی روشنی میں عقائد کی تشریح و توضیح کی اور رفقائے تنظیم پر زور دیا کہ کتابچہ میں موجود عبدالغفار صاحب کی تقریر کا مطالعہ ضرور کریں۔ امیر تنظیم وسطی لاہور بھی وقتاً فوقتاً ندائے خلافت سے اقتباس پڑھ کر سامعین کو سناتے رہے۔ تاکہ رفقائے تنظیم کو ندائے خلافت اور میثاق کے مطالعہ کا خوگر بنایا جائے۔ جناب نفیس احمد قصوری صاحب نے بھی ''مفید مشورے'' کے موضوع پر اپنی زندگی کے تجربات کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی۔ چائے کے وقفہ کے بعد جناب عبدالرب کاشف صاحب نے 100 سوالوں پر مشتمل سیرۃ النبی ﷺ پر معلومات افزا مذاکرہ کنڈکٹ کیا اور تمام سامعین نے اس میں جوش و خروش سے حصہ لیا۔

چونکہ تنظیم اسلامی وسطی لاہور کا دعوتی پروگرام بھی اس دفعہ اس پروگرام کے تحت شیخ نوید احمد صاحب کو شرکت کی دعوت دی تھی۔ جنہوں نے کمال شفقت سے اس دعوت کو قبول کیا اور ''شہادت علی الناس'' کے عظیم الشان موضوع پر قرآن و حدیث کی روشنی میں موثر خطاب فرمایا۔

اس پروگرام میں تقریباً 45 رفقائے تنظیم نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی۔ نماز ظہر کے بعد امجد محمود صاحب نے ندائے خلافت کے حالیہ شمارہ سے ایک حدیث نبوی ﷺ کی تفسیر اور تشریح بیان کی۔ بعد میں رفقاء کو ظہرانہ پیش کیا گیا۔

(مرتب کردہ: عبدالرؤف)

ضرورت رشتہ

☆25 سالہ MBBS' 22 سالہ MBA' (دونوں اے لیول کے بعد) کراچی میں مقیم تعلیم یافتہ سندھی فیملی کی بیٹیوں کے لیے موزوں رشتے درکار ہیں۔
ذات پات' برادری کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: سردار اعوان K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 5867501-3

بقیہ: سانحہ گوجرانوالہ کی حقیقت

والے ہمارے ساتھ بہت سختی کے ساتھ پیش آئے' یہاں تک کہ آنے والے اہم ملاقاتیوں کو بھی ہم سے ملنے نہیں دیا۔ جن میں متحدہ مجلس عمل ساہیوال کے اعلیٰ عہدیدار اور عبدالغفور حیدری شامل ہیں۔ اس پر ساہیوال کے عوام نے ایک کفن بردار جلوس نکالا۔ جس میں چیچہ وطنی تک کے لوگ شامل تھے۔ بہر حال وزیر اعلیٰ کی خصوصی ہدایت پر پرسوں ہمیں ساہیوال سے گوجرانوالہ دوبارہ منتقل کرایا گیا۔ اس معاملے کا یہ پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جن بچیوں کی عزت و آبرو کے لیے ہم نکلے تھے انہوں نے خود بھی اور ان کے والدین نے بھی سکول اور کالج انتظامیہ کے خلاف مظاہرے کیے۔ اگلے دن ان بچیوں نے چندہ اکٹھا کیا اور کچھ تحفے تحائف خریدے اور میری عیادت و شکریے کے لیے جب مجھے ہسپتال ملنے آئیں تو ان کے جذبات قابل دید تھے۔ میں نے ان کے ان جذبات کی قدر کی اور اُن کے تحفے تحائف یہ کہتے ہوئے واپس کیے کہ یہ تو میرا فرض تھا۔ کیا میں اپنے فرض کو کسی عوض کے بدلے بیچ ڈالوں' میں یہ نہیں کر سکتا''۔

اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب بھی رہنمایانِ قوم میں سے کسی نے عملی طور پر کسی واقعی برائی کو روکنے کی کوشش کی ہے تو حکومت وقت اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس واقعے میں متحدہ مجلس عمل کا مورال ملکی لیول (Level) پر بہت اونچا ہوا ہے۔ اگر متحدہ مجلس عمل میراتھن ریس کو لاہور میں رکوانے کی کوشش کرتی تو اس کا بھی یہی نتیجہ نکلتا۔ گویا کہ مذہبی جماعتوں کی احتجاجی سیاست زیادہ نتیجہ خیز اور بار آور ہے بہ نسبت انتخابی سیاست کے۔

(مرسلہ: مولانا علام اللہ حقانی)

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام پریس کلب کے باہر مظاہرہ

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام 29 اپریل بروز جمعہ بعد نماز عصر پریس کلب لاہور کے باہر ''امریکہ کی نہیں رب کی غلامی'' کے موضوع پر پُر امن احتجاجی مظاہرہ منعقد ہوا۔ مظاہرے کی قیادت مرکزی ناظم نشر و اشاعت مرزا ایوب بیگ صاحب، امیر تنظیم اسلامی لاہور ڈاکٹر غلام مرتضٰی صاحب اور مقامی امراء تنظیم نے کی۔ اس موقع پر سینکڑوں رفقائے تنظیم اسلامی نے ہاتھوں میں پلے کارڈ، بینرز اور جھنڈے اُٹھا رکھے تھے۔ جن پر ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے مطالبات درج تھے۔ رفقائے تنظیم نے ایک ہینڈ بل کثیر تعداد میں عوام الناس میں تقسیم کیا جس کا عنوان تھا ''غلامی یا آزادی'' مرزا ایوب بیگ مرکزی ناظم نشر و اشاعت نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: بھارت سیکولرازم کا سمندر ہے، اگر پاکستان میں سیکولرازم رائج کرنا تھا تو جانی و مالی قربانیاں دے کر ہندوستان تقسیم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم امریکہ کے منظورِ نظر بننے کی فکر میں اپنی نظریاتی بنیادیں تباہ کر رہے ہیں۔ امریکہ تعلیمی نصاب کے ذریعے ہمارے ذہنوں کو فتح کرنا چاہتا ہے، وہ باقاعدہ پلاننگ کے ذریعے ہمارے ذہین طبقے کو مفتوح کر رہے ہیں تاکہ سیاسی و عسکری غلبے کا راستہ خود بخود صاف ہو جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے علم بردار امریکہ نے افغانستان اور عراق میں ایسے مظالم ڈھائے ہیں کہ جس سے ہلاکو، چنگیز خان اور ہٹلر کے مجموعی مظالم ماند پڑ چکے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہماری قوم اجتماعی توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے تو ہمیں ایمان حقیقی کی وہ دولت میسر آئے گی جس سے ہمیں امریکہ کے آگے سجدہ ریز ہونے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن ڈاکٹر غلام مرتضٰی نے کہا کہ ہمارے حکمران روشن خیالی کے شوق میں نظریہ پاکستان کی ہی نہیں اسلامی تاریخ کی بھی نفی کر رہے ہیں۔ مغربی استعمار نے ہمارے حکمرانوں میں ایسے وائرس گھسا دیئے ہیں جس کی وجہ سے ہم بظاہر آزاد ہوتے ہوئے بھی ان کی غلامی میں جکڑے جا چکے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں روشن خیال ماڈریٹ حکمرانوں کے ذریعے نیا دین الٰہی سکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ امریکہ میں مخلوط نماز کی امامت کی تو خوب تشہیر کرتے ہیں لیکن اپنے پوپ کے انتخاب میں کسی خاتون کو شامل نہیں کرتے۔ اُنہوں نے کہا کہ الحمد للہ مسلمانوں کے ذہنوں سے پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ نکلا نہیں اور ہمارے تمام مسائل کا حل ملک میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام میں ہے۔ امیر حلقہ کے خطاب کے بعد رفقاء تنظیم پر امن انداز میں منتشر ہو گئے۔

(رپورٹ: وسیم احمد نائب ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

After 35 Years, by James Ennes
U.S.S. Liberty and Qana Massacre Compared, by Mark Genrich
U.S.S. Liberty: Periscope Photography May Finally Reveal Truth, by James M. Ennes, Jr.
U.S.S. Liberty: Questions Persist, by Thomas H. Moorer
U.S.S. Liberty: The Cover-Up, by James Bamford
When Israel Attacked the U.S.S. Liberty, by Jeffrey St. Clair
When Israel Attacked the USS Liberty, by Jeffrey St. Clair
[11] Israel Spying on U.S.? - A Fox News report by Carl Cameron with Brit Hume. Cameron looks into evidence of Israeli espionage against the U.S. (see links above) and indications that the alleged spies may have known in advance about the WTC attacks.
Israel and 9/11 - An article by American commentator Justin Raimondo. Raimondo discusses other trouble Israel is causing the U.S. then comes to the question of whether or not Israeli spies could have known in advance about the WTC attacks. Note that Raimondo wrote this before the Fox News report was released.
Et Tu, Israel? - Another article by Justin Raimondo. Raimondo now reacts to the Fox News report and hopes that this will finally cause the U.S. to re-evaluate its special relationship with Israel .
9/11 - What Was Israel's Role? - A third article by Justin Raimondo. Raimondo examines further implications of possible Israeli involvement.
The 9/11 Enigma - Justin Raimondo continues to look at the question of Israeli involvement in 9/11, drawing together several other threads in the investigation, ones pointing to a very ominous conclusion.
Five Israelis were seen filming as jet liners ploughed into the Twin Towers on September 11, 2001 - Neil Mackay of the Sunday Herald proves that it's not just Justin Raimondo following this story.
Kean on the Truth - Could 9/11 have been prevented? A new report by the 9/11 commission says yes. Justin Raimondo comments on this and continues to push the Israeli angle.
Ghosts of 9/11 - On the third anniversary of 9/11, Justin Raimondo reviews the state of play on this story and makes some additional remarks about the Israeli spy case at the Pentagon.
Israel's Fifth Column in Washington: The AIPAC spy scandal points to a massive undercover operation - Justin Raimondo wonders if the ongoing scandal involving Israeli spies at the Pentagon is connected with other Israeli espionage operations.
Complete 911 Timeline: Israeli spy ring, Israeli foreknowledge
Israel link to September 11 terrorism?
Did MOSSAD Agents Organize the 9/11 Attack? by James Buchanan
9/11: did Israel sacrifice the twin towers? Sunday Herald
WHAT DOES BUSH HAVE TO HIDE? Isrealis?
Censoring the 9/11 report: neocons project their fantasies onto blank pages

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور (فون: 5833637)

کے زیر اہتمام اس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کا انعقاد — 16 مئی تا 18 جون 2005ء — ہوگا' ان شاء اللہ

❁ اوقات: صبح 8:30 تا دوپہر 12:10 روزانہ ❁ **مضامین**

1) تجوید و ناظرہ — 2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعہ حدیث — 4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP — 6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

❁ کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

❁ ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 500 روپے جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لیے زر طعام ار ہائش 1500 روپے

ان مستحق طلبہ کے لیے جو واجبات ادا نہ کر سکتے ہوں' خصوصی رعایت کی سہولت

المعلن: پروفیسر طارق مسعود پرنسپل قرآن کالج

آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے — خود سیکھیے اور سکھایئے

گلی گلی کوچہ کوچہ دعوت دین پہنچایئے
خیر الناس من ینفع الناس بن کر اعلائے کلمۃ اللہ میں جت جایئے

سہ روزہ' ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام' حرکی تربیت حاصل کریں' داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین!

پانچ روزہ 25 تا 29 مئی...... (حلقہ پنجاب وسطی)

رفقاء احباب 24 مئی بوقت نماز مغرب دفتر حلقہ الہدیٰ لائبریری تالاب بازار ٹوبہ ٹیک سنگھ یا لاہور مرکز گڑھی شاہو میں پہنچ جائیں لیکن اطلاع پہلے کریں۔

رابطہ فون نمبر: 0477628561 ٹوبہ: 046251175 پیر محل: 03006565622

منجانب: **شعبہ دعوت و تفریغ اوقات' تنظیم اسلامی**

Spies, Or Students?, by Nathan Guttman
Spy Rumors Fly on Gusts of Truth: Americans Probing Reports of Israeli Espionage, by Marc Perelman
Spying on America, by Charles R. Smith
Suspicious Activities Involving Israeli Art Students at DEA Facilities, by the Drug Enforcement Administration
The Israeli "Art Student" Mystery, by Christopher Ketcham
The Israeli Art Student Papers, by Justin Raimondo
The Spies Who Came in from the Art Sale, by John Sugg
U.S. Arrests 200 Young Israelis in Spying Investigation, by Ben Fenton
U.S. Busts Huge Israeli Spy Ring, Says French Paper, by Reuters newswire
U.S. Deports Israelis Amid Warnings of Espionage Activities, by Ted Bridis
U.S. Intelligence Failures and Israeli Spy Ring, by Bob Broomby, BBC News
U.S. Police and Intelligence Hit by Israeli Spy Network, by Charles R. Smith
Urban Myth, My A**, by John Sugg
Was Israel Involved in Los Alamos Espionage?, by Carl Limbacher
[7] CIA Asserts Israel Sold Arms Programs To Chinese Military, by Michael R. Gordon
Defense Relations Between Israel and India Have Grown So Strong That Some Say Israel is Replacing Russia As India's Main Arms Supplier, by Amnon Barzilai
Israel Denies China Planes Have U.S. Technology, But Do They?, by Amnon Barzilai
Israel Selling U.S. Weapons to China, by Duncan L. Clarke
Israel Transferring Laser Technology, by IsraelWire
Israel's Role in China's New Warplane, by David Isenberg
Israel's Unauthorized Retransfer of U.S. Technology Exposed, by Shawn L. Twing
Israel's unbridled trade in arms, by Yossi Melman
Israeli Defense Contract Illustrates How U.S. Aid Harms American Industries, by Shawn L. Twing
Israeli Not Allowed Out in Nuclear Detonator Case, by Robert Boczkiewicz
Look Who's Arming Beijing, by Patrick Buchanan
Pentagon, GAO Report Israeli Espionage And Illegal Technology Retransfer, by Shawn L. Twing
Report: Israel Won't Stop Selling Arms To India, by Arieh O'Sullivan
Report: U.S. Slams Israel for Selling Arrow Know-how to India, by Douglas Davis
Strange Bedfellows: China And Israel, by Eric S. Margolis
U.S. Anger at Israeli Arms Sales, by the BBC
U.S. Arms Sales to Israel End Up In China, Iraq, by Jonathan Reingold
U.S. Defense Sec'y Rebukes Israelis Bluntly on Sale of Radar Systems to China, by William A Orme Jr.
U.S. Had to Wage Long Battle Against Israel's Technology Transfers to China, by Donald Neff
U.S. Informs Israel of Missile Violation, by IsraelWire
U.S. Military Technology Sold by Israel To China Upsets Asian Power Balance, by Tim Kennedy
U.S. Upset By Israeli Arms Sales To India, by Arieh O'Sullivan
US 'anger' at Israel weapons sale, by the BBC
What the Cox Report Does and Does Not Say About Israeli Technology Transfer to China, by Shawn L. Twing
[8] Israel Among the Leaders in Pirated Computer Software, by IsraelWire
Israel Faces US Sanctions Over Software, by Judy Dempsey
Israel to be Fined $150 Million for Software Piracy, by Avi Blizovsky
US Industry Says Israel Major Source of CD Piracy, by IsraelWire
[9] Crash of Cargo Plane in Holland Revealed Existence of Israeli Chemical and Biological Weapons Plant, by Victor Ostrovsky
Does Israel Have Smart Germs?, by Eric Margolis
Does Israel Have the Neutron Bomb?, by the Center for Non-Proliferation Studies
Fears of New Arms Race As Israel Tests Cruise Missiles, by Uzi Mahnaimi and Peter Conradi
Hide and Seek: Israel's Nuclear Game, by Dr. Edna Homa Hunt
Israel Reveals Secrets of How It Gained Bomb, by Inigo Gilmore
Israel's Covert Nuclear Program, by Eric Margolis
Israel's Nuclear Friends, by the Center for Non-Proliferation Studies
Israel's Nuclear Weapons, by Warner D. Farr, LTC , U.S. Army
Israel's Weapons of Mass Destruction: A Summary, by the Center for Non-Proliferation Studies
Israeli Nuclear Stockpile Undercuts U.S. Credibility at NPT Conference, by Frank Collins
Israeli Weapons of Mass Destruction: A Threat to Peace, by John Steinbach
Mordechai Vanunu and Israel's Nukes, by Mark Gaffney
President Johnson Suppressed Reports that Israel Smuggled Nuclear Technologies from U.S., by Joseph Sobran
Special focus on the ongoing case of nuclear technology smuggled to Israel from the U.S. :
Background: What is a Krytron?, by the University of Alberta 's Dept of Electrical Engineering
Israel-Hollywood Nuclear Connection, by Robert Windrem
Nuclear Trigger Dealer Arrested, by Sam Kiley and Michael Evans
U.S. Man Admits Nuke-Linked Sale to Israel, by Hil Anderson
U.S. Nuclear Technology Smuggled to Israel, by Julian Borger
See also: The Great Krytron Caper, by Najwa Sa'd
[10] America's Most Shameful Secret, by Eric Margolis
Attack on the Liberty: Lifting the 'Fog of War', by David C. Walsh
Book Says Israel Intended 1967 Attack on U.S. Ship, by James Risen
Cover Up of the Attack on the Liberty, by Sarah Weir
Dead in the Water, by Mike Ewens
Even as U.S.S. Liberty's Heroic Captain Receives New Honor, Coverup of Israeli Attack on His Ship Continues, by Paul Findley
Friendless Fire?, by U.S. Naval Institute
Israel Attacks the United States, by David Paul
Israel's 1967 attack on U.S. ship deliberate, book says, by David Ensor
Israel: America's Deadliest Ally, by Jeff Elkins
Israeli Attack on U.S. Navy Ship Led to Cover-Up, by Admiral Thomas Moorer
National Security Agency Documents on Attack on USS Liberty Prove What?, by James M. Ennes
Navy Captain, Other Officials Call for Investigation of Israel's Attack on USS Liberty, by Delinda C. Hanley
Our Friends, the Israelis, by Justin Raimondo
The Assault on the U.S.S. Liberty Still Covered Up After 26 Years, by James M. Ennes Jr.
The Israeli Attack on the U.S.S. Liberty, June 8, 1967, And the 32-Year Cover-up That Has Followed, by James E. Akins
The Liberty Cover-Up, by Charley Reese
The U.S.S. Liberty: A Demon That Won't Go Away, by James M. Ennes, Jr.
The U.S.S. Liberty: Still Covered Up

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 16

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Can Americans Save America from Israel? (II)

Many observers are now predicting that financial meltdown.[3] Judy Shelton, for example, uses it as the very title of her excellent book entitled: "Money Meltdown: Restoring Order to the Global Currency System." (New York, The Free Press, 1994). We should not forget, nor allow the world to forget, the dramatic, ominous, and unprecedented collapse of the US dollar in January 1980 when the value of the dollar relative to gold fell to approximately $850 for one ounce! (In 1971 it was $35 an ounce. Its present 'managed' value is kept within the range of $280 - $380 per once.)[4]

This collapse of the dollar took place in the immediate wake of the successful anti-Western Islamic revolution in Iran that gave control of the vast oil resources of Iran to an anti-systemic Islamic government. A similar collapse occurred in 1973 just after the Arab-Israeli war and the imposition of an Arab oil embargo on USA . The US dollar fell in value by a massive 400% from US$40 for an ounce of gold to US$160.

Conclusion

The collapse of the International Monetary System would occur when the Zionists consider it opportune to bring down the US dollar. They can do that at any time since the US dollar made of paper is manifestly fraudulent since it is essentially worthless. When the US dollar collapses it will bring down all other paper currencies in the world. The major beneficiary of that collapse will be the State of Israel, since it is those who control banks who would now control money. Governments will no longer be able to issue money. Rather it is banks (controlled by Zionists) that would now issue plastic (i.e., electronic) money!

That money-meltdown will, perhaps, take place when Israel launches its major war against the Arabs and then successfully defies the entire world. That successful display of military and political power together with the new financial control that comes with the collapse of paper-money would deliver to Israel the status of being the Ruling State in the world. This event is likely to take place within the near future. Already Israel has successfully defied the President of USA who demanded on several occasions that Israel withdraw her military forces from Palestinian towns she occupied after a wave of Palestinian 'human bombs' took a heavy toll of Jewish lives.

An Israel which is armed to the teeth with an arsenal of nuclear weapons seems destined to exploit the Palestinian Intifada and the September 11th Mossad attack on America (which created conditions favorable for Israel) with a war in which Israel will defy USA, Europe, the UN, and all the rest of the world, to take control of the entire region in which it is located.

That Israeli war is likely to witness the expansion of the territory of Israel to that promised in the Torah, i.e., from the river of Egypt to the river Euphrates . With success in that act of defiance of the entire world, including USA , and with the predictable collapse of the US dollar and US economy, Euro-Israel would finally have graduated from dependency, first on the British and then USA . The Euro-Zionist State would finally replace USA and Britain as a military and financial super-power of the world.[5]

It is up to Americans to think of ways to saving the United States of America from becoming a client state to what they consider is a client state of America : Israel .

Turning a blind eye to Israel's spying on America;[6] selling American military secrets to America's enemies;[7] pirating America's technology;[8] illegally stockpiling weapons of mass destruction;[9] attacking an American naval vessel in international waters and standing by and let Americans be killed[10] is one thing. But replacing the US as a Ruling State is totally anther. And most importantly, this time around the transition would not be as smooth as the US replaced Britain as the Ruling State in the last century.

The Israel 's replacing the US as a Ruling State is happening right before the eyes of the Americans. People with vision and no personal stakes are telling the Americans the truth,[11] but they seem as helpless as the British looked during the last days of their waning empire.

Abid Ullah Jan is the author of "The End of Democracy" and "A War on Islam?"

Also see:

Arab holocaust in the making

Greater Israel: A Dream Closer to fulfillment

Notes

[3] See "All Work and No Pay," by Paul A. Hein, M.D. at http://www.fame.org/PDF/Hein_All_Work.PDF

[4] Also see: "Paper Money and Tyranny" (Congressman Ron Paul Addresses the U.S. House of Representatives, September 5, 2003.) for the signs of helplessness despite a growing realization.

[5] For a complete perspective consult Imran N. Hossein's book " Jerusalem in the Qur'an."

[6] A New Pollard Affair?, by Jeffrey Steinberg

Allies and Espionage, by Jane's Intelligence Digest

An Enigma: Vast Israeli Spy Network Dismantled in the U.S., by Sylvain Cypel

Art Students or Intelligece Agents?, by Paul Rodriguez

Art, Espionage and Cover Ups, by Alan Simpson

Damage Caused by 'Friendly' Spies, by Stephen Green

Despite Coverup, Israel Caught Spying in Washington Again, by Richard H. Curtiss

FBI Probes Espionage at Clinton White House, by J. Michael Waller and Paul M. Rodriguez

Is Israel Spying on the U.S.?, by Carl Cameron, Fox News

Israel's 40-Year History of Espionage Against the United States, by Stephen Green

Israeli Outlaws in America, by Kurt Nimmo

Israeli Spy-Ring Uncovered in U.S., by Iason Athanasiadis

Mossad using forged New Zealand passports, by New Zealand Herald

NZ deports Israeli spies, by the BBC

Nine Israelis face deportation: Spy agency suspects they may be foreign agents, by John Steinbachs and Andrew Seymour

Report of Israeli Eavesdropping on White House Telephones Gets Varying Media Treatment, by Richard H. Curtiss

Revelation that Shamir Bartered U.S. Secrets Is Part of a Lifetime Pattern, by Leon T. Hadar